(۱)

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

غلام احمد قادیانی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں تین بار — فی پرچہ ایک آنہ

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی اولوالعزمی سے جاری فرمایا

نمبر ۱ — مورخہ ۷ جولائی ۱۹۲۵ء یوم سہ شنبہ مطابق ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

اخبار المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ حضور نے ہفتہ میں دو دن پیر اور بدھ مقرر کئے ہیں بعد نماز عصر درس شروع فرما دیا ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود میں خیر و عافیت ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تا حال منصوری تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت موصوف کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا فرماویں۔

یکم جولائی یوم الحج تھا۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسجد اقصیٰ میں درس کے بعد دعا فرمائی۔

عید: ۲ جولائی کو ہوئی۔ نماز عید حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسجد مسیح موعود میں جہاں فرش اور عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ آٹھ بجے کے قریب پڑھائی۔ پھر خطبہ پڑھا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد احباب نے حضور سے مصافحے کئے۔

اس سال یہ عید خوشی کے ساتھ منائی جائیگی۔ کہ میاں عبدالرحمان اور سید محمد ... میں جو سشن جج کے ہاں کی گئی ...

نامہ لنڈن

از مولوی غلام فرید صاحب ایم۔ اے مبلغ

(۱۱ جون ۱۹۲۵ء)

۵ جون کو خاکسار کا لیکچر "اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی" پر Chatham میں ہوا۔ یہ شہر لنڈن سے تیس میل کے فاصلہ پر لنڈن اور Dover کے عین درمیان واقع ہے۔ اسکے ساتھ دو اور شہر بھی ملے ہوئے ہیں ایک کا نام Rochester اور دوسرے کا Galligahm ہے۔ اس شہر کی آبادی ۲ اور ۳ لاکھ کے درمیان ہے۔ اور لنڈن کے جنوب کے بہت بڑے شہروں میں سے ہے جس سوسائٹی نے مجھے لیکچر دینے کے لئے بلایا۔ اسکے ممبران تینوں شہروں میں ہیں۔ اور لیکچر کے وقت اکھٹے ہو جاتے ہیں۔ Unitarian Church hall میں ۸ بجے شام لیکچر ہوا۔ جو ۱ گھنٹے تک ہوتا رہا اور حاضرین نہایت دلچسپی سے سنتے رہے۔ باوجود اسکے کہ مجھے خود محسوس ہو رہا تھا کہ وقت بہت ہو گیا ہے لیکن حاضرین کی دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ لیکچر کے بعد سیکرٹری نے کہا۔ جو صاحب کوئی سوال پوچھنا چاہیں۔ پوچھ سکتے ہیں۔ مگر باوجود پھر بار بار کہنے کے کہ ضرور کوئی صاحب سوال کریں۔ کسی نے سوال نہ کیا۔ ریویو کی کچھ کاپیاں فروخت کی گئیں۔ مجھے لنڈن سے Chatham تک اور واپسی کا کرایہ دیا گیا۔ لیکچر کے بعد اس چرچ کا پادری بھی مجھے ملا۔ اور بہت کچھ میرے لیکچر کی تعریف کی۔ رخصت ہونے سے قبل سیکرٹری نے کہا۔ آپ کی کوئی خواہش اگر ہم پوری کر سکتے ہوں۔ تو بتایئے۔ میں نے کہا میری ایک ہی خواہش ہے۔ کہ آپ پھر دوبارہ مجھے لیکچر کے لئے بلا دیں۔ اسکے جواب میں اس نے کہا۔ یہ ہم خود کرینگے۔ سوسائٹی کا پریزیڈنٹ دوران لیکچر میں نوٹ لیتا رہا۔ اور اسٹیشن تک مجھے چھوڑنے آیا۔ اور مجھے کئی بار کہا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کے لیکچر کو بہت دلچسپی سے سنا گیا ہے میں لوگوں کے طبائع اور مذاق سے واقف ہوں۔ سیکرٹری نے کہا

کہ آپ کے لیکچر کی مختصر روئداد یہاں کے لوکل پرچہ میں چھاپی جائیگی۔ غرضیکہ لیکچر واقعی خدا کے فضل وکرم سے نہایت کامیاب رہا۔

اس سے چند دن قبل Warrooms میں میرا ایک لیکچر "مشرق اور مغرب کا اتحاد کس طرح ہو سکتا ہے" پر ہوا۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد پریذیڈنٹ نے کہا۔ گو ہمارے طریق کے خلاف ہے۔ کہ دوران Service میں لیکچر کے متعلق کوئی ریمارک کئے جاویں۔ مگر میں یہ کہنے سے نہیں رک سکتا۔ کہ جس رنگ میں اپنے لیکچر میں مسٹر ملک نے آج ہمارے جذبات کو اپیل کیا ہے۔ ہمارے مغربی لیکچرار ایسا نہیں کرتے۔ اس مضمون پر میرا لیکچر پچھلے اتوار اپنے مکان پر ہوا۔ اس ہفتہ Position of woman in Islam پر اپنے مکان میں لیکچر ہوگا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے ہالینڈ میں نہایت کامیابی سے دو لیکچر ہوئے۔ ایک کا مضمون "اسلام ہی صرف زندہ مذہب ہے" اور دوسرے کا مضمون "نبوت مسیح موعود" تھا۔ دونوں لیکچر ترجمان کی مدد سے حاضرین کو سنائے گئے۔ پہلا لیکچر دو گھنٹہ میں ختم ہوا اور دوسرا ۱½ گھنٹہ میں۔ پہلا لفظاً لفظاً سنایا گیا۔ دوسرے کا مطلب ترجمان نے حاضرین کو سنا دیا۔ اخبارات کے نمایندے مولوی صاحب کی ملاقات کو آئے۔ اور جو Interviews مولوی صاحب کے ساتھ ان کے ہوئے۔ ان کو انہوں نے اپنے اخبارات میں چھاپا۔ بعض اخبارات میں مولوی صاحب کا فوٹو بھی چھپا ہے۔ غرض مولوی صاحب کی ہالینڈ کی Visit بہت ہی کامیاب ہوئی۔ واپسی پر بہت سے احباب مولوی صاحب کو سٹیشن تک چھوڑنے آئے۔ اور بڑی محبت سے رخصت کیا۔ ہماری نو مسلمہ بہن مس بڈ بڑے جوش سے ہالینڈ میں تبلیغ کر رہی ہیں۔ وہاں کے اخبارات میں انہوں نے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا ہوا ہے۔ اس سلسلہ کا چوتھا مضمون The Prophet ہے۔ جو ریویو آف ریلیجنز کے جون نمبر میں چھپا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری نو مسلمہ بہن کو مذہب سے کس قدر دلچسپی اور اسکے متعلق کس قدر واقفیت ہے۔ والسلام۔ خاکسار غلام فرید؛

مجاہدین شام جہاز پر سوار ہوگئے

بمبئی یکم جولائی ۱۹۲۵ء۔ تار بنام الفضل۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور شمس (مولوی جلال الدین صاحب) آج جہاز پر سوار ہو گئے۔

چونکہ سمندر میں ان دنوں سخت تلاطم ہوتا ہے۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ خدا تعالیٰ مجاہدین کو صحت وتندرستی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچائے؛

مسئلہ نبوت پر ایک یورپین نو مسلمہ کے خیالات

(مرسلہ ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ)

ایک ڈچ پروفیسر کے خیالات

مس بڈ سے جو ہالینڈ میں ہماری ایک نو مسلمہ بہن ہے۔ ایک عربی دان ڈچ پروفیسر کو ختم نبوت کے معنوں کے متعلق لکھا۔ اس کا جواب آنے پر اس نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کو جو خط لکھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

میں نے اپنے پچھلے خط میں آپ کو لکھا تھا۔ کہ میں ایک خط پروفیسر ڈاکٹر سی سنوک ہرگرونجی کو لکھوں گی۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا۔ اور ان کا جو جواب آیا ہے۔ آپ کی دلچسپی کے لئے بھیجتی ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کے مطابق نبی وہ ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے الہام پائے۔ اور جب کوئی نبی پیغام الٰہی پاکر تمام دنیا یا اسکے کسی مخصوص اور محدود حصہ کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے۔ تو اسوقت وہ رسول کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ پیغام نئے احکام پر مشتمل ہو۔ تو وہ نبی صاحب شریعت کہلاتا ہے۔ پس ہر ایک رسول نبی کہلاتا ہے۔ لیکن بہت قلیل نبی رسول ہوتے ہیں۔

محاورہ عرب کے لحاظ سے ختم۔ مہر جب آدمی کے متعلق استعمال ہو۔ تو اسکے معنی سلسلہ کا آخری آدمی۔ برگزیدہ اور اپنے گروہ کا سب سے افضل آدمی کے ہوتے ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دونوں خیالات کے حامی پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس آخری زمانہ میں پہلے معنی یعنی انبیاء اور رسولوں کے بند کرنیوالا ہی رائج ہو گئے ہیں۔"

مس بڈ کا استدلال

اس جواب کے پڑھنے سے آپکو معلوم ہوگا۔ کہ ختم نبوت کے متعلق جو مجھے مشکل درپیش تھی۔ وہ حل نہیں ہوئی۔ کیونکہ پروفیسر صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ ختم کے معنی سلسلہ کا آخری آدمی کے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے معنی سلسلہ کا افضل آدمی کے ہوتے ہیں۔ اور پروفیسر صاحب کی تحریر کے مطابق غالب خیال آجکل نبیوں کے بند ہو جانے کے متعلق ہو گیا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ سب کچھ پڑھ کر اور سوچ کر میں نے اپنے آپ کو کہا۔ کہ مسلمان کہتے ہیں۔ مہدی مبعوث کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام نہ پائے گا۔ تو وہ کس طرح برگزیدہ انسان کہلا سکے گا۔ اور اگر وہ الہام پائے گا۔ تو پھر یقیناً وہ نبی ہوگا۔ اور چونکہ وہ مہدی ہوگا۔ وہ ضرور یہ پیغام خدا کی طرف سے پائیگا۔ کہ ساری دنیا کو اسلام کی طرف لائے۔ پس اس طرح یہ پیغام پاکر وہ رسول ہوگا۔

مجھے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا آخری نبی سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد مہدی بھی نہ ہوگا۔ یقیناً غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اگر مہدی نبی نہ ہوگا تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس سے کلام ... اور اگر وہ رسول نہ ہوگا۔ تو اسکے یہ معنی ہوں گے ... کی طرف سے کوئی پیغام نہیں پائیگا۔ پس ا... نکلتا ہے۔ کہ مہدی مہدی نہ ہوگا۔ بلکہ مہدی آئے گا۔

پس میرا یہ خیال ہے۔ کہ حضرت مہدی علیہ السلام آف قادیان یقیناً نبی اور رسول تھے۔ ایسی صورت ... قرآن کریم کے لفظ ختم کے معنی نبیوں کو بند کرنیوالا ... درست نہیں۔ بلکہ اس کے یہی معنی کرنے چاہئیں۔ کہ نبیوں کا سردار۔ اور یہی درست ہیں۔ کیونکہ حضرت احمد قادیانی کو خواہ کتنا ہی بڑا پیغامبر خیال کروں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے دعویٰ کی بنیاد اسی قرآن پر رکھتے ہیں۔ جو کہ نبیوں کے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا؟

کاش غیر احمدی وغیر مبائع حضرات ایک یورپین عالمہ اور ایک یورپین نو مسلمہ کے خیالات سے فائدہ اٹھائیں؛

اخبار احمدیہ

درخواست دعا

(۱) ہم بخیریت ۳۰ جون بمبئی پہنچ گئے ہیں۔ اور آج بتاریخ یکم جولائی ساڑھے بارہ بجے جہاز پر سوار ہوں گے۔ سمندر زوروں پر ہے۔ تمام احباب جماعت احمدیہ سے درخواست ہے۔ کہ وہ ہمارے بخیر وعافیت منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے دعائیں فرماویں۔ دعا کے ذریعہ مدد کرنا ہی سب مددوں سے بڑھکر مدد ہے۔ نیز دعا فرماویں۔ کہ جس مقصد کے حصول کی خاطر ہم نے اس سفر کو اختیار کیا ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کامیابی بخشے۔ اور ان تمام آرزوں اور مقاصد کو سرانجام دے۔ جو اس سفر کے متعلق ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے کی ہیں۔

(خادم۔ جلال الدین از بمبئی)

(۲) جناب مفتی محمد صادق صاحب کی اہلیہ صاحبہ سخت بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

انتقال

سید ولاور شاہ صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ لاہور کا چھوٹا بچہ بعارضہ چیچک بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت زیرک اور ہوشیار تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲ر جولائی ۱۹۲۵ء

اٹلی اور افغانستان

ناظرین کرام وہ مطالبات پڑھ چکے ہیں۔ جو اٹلی کے وزیر اعظم سینور مسولینی نے حکومت افغانستان سے اس بناء پر کئے ہیں۔ کہ کابل نے اٹلی کے ایک باشندہ پیریئو نامی کو جس نے پولیس کے ایک سپاہی کو مار ڈالا تھا۔ قتل کر دیا ہے اگر حکومت کابل اس شخص سے اپنے مقتول سپاہی کے قتل کا فدیہ لینا منظور کر لیتی۔ تو اسے حق تھا۔ کہ اسے قتل کی سزا دیتی۔ اور اس کے خلاف اگر اٹلی آواز اٹھاتا تو ساری دنیا کی ہمدردی اور تائید کابل کے ساتھ ہوتی لیکن فدیہ ادا ہو جانے کے بعد قتل کر دینے سے واقعہ کی صورت بالکل بدل گئی۔ یہ فیصل اس لحاظ سے بھی قابل تعریف ہوتا۔ کہ ایک ایشیائی کے یورپین قاتل کو بھی قتل کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اس طرح اس حق کو تسلیم کرایا جاتا۔ جو یورپ کی سلطنتیں ایشیائی سلطنتوں کو دینے کی روادار نہیں ہیں۔ لیکن حکومت افغانستان نے افسوسناک غلطی یہ کی ہے۔ کہ ایک طرف تو مقتول کے ورثاء کو خون بہا دلا کر قاتل کو معاف کر دینے کا اختیار دیدیا۔ اور دوسری طرف جب قاتل فدیہ ادا کرنے کے بعد رہا ہوا۔ تو اسے اسی جرم میں گرفتار کر کے مار ڈالا گیا۔ حالانکہ یہ طریق عمل نہ شریعت اسلامیہ کے رو سے جائز ہے۔ اور نہ قوانین ملکی کے لحاظ سے۔ اسلام میں حکومت کو یہ تو اختیار ہے کہ وہ جس قاتل کو سزا دینا ضروری سمجھے۔ اسے فدیہ ادا کر کے رہا ہونے کی اجازت نہ دے۔ لیکن یہ نہیں کہ زرفدیہ بھی وصول کر لیا جائے۔ اور اسی جرم میں قتل کی سزا بھی دے دی جائے۔

ہندوستان کے مسلمان اخبارات بغیر سوچے سمجھے اور بغیر اصلی حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے صرف اس خیال سے کہ خواہ حقیقت کچھ ہو۔ ان کا کام حکومت کابل کے ہر فعل کی تائید کرنا اور اسے حق بجانب ثابت کرنا ہے۔ عجیب عجیب طریق سے اس معاملہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ جنہیں سے چند ایک کے اقتباس ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

اخبار "سیاست" (۲۰ر جون) لکھتا ہے:۔

"کوئی سال بھر کی بات ہے کہ ایک اطالوی نے ایک افغان سپاہی کو قتل کر دیا۔ اور خود بھاگ نکلا۔ مگر گرفتار ہوا۔ پھر خبر آئی۔ کہ اس نے قصاص خون ورثاء مقتول کو ادا کر دیا ہے۔ اور اسے رہا کر دیا گیا ہے مگر جلد ہی اسکے از سر نو گرفتار ہونے کی خبر آئی۔ اور حال ہی میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اسکو سزائے موت مل چکی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قصاص ادا نہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کہ اگر زر قصاص ادا ہو جاتا تو قاتل کو قتل کبھی نہ کیا جاتا۔ یہ شرعاً جائز نہیں"۔

ان سطور سے ظاہر ہے۔ کہ اس قضیہ کے متعلق جو ہماری رائے ہے۔ وہی "سیاست" کی بھی ہے۔ یعنی اس کے نزدیک بھی یہ شرعاً جائز نہیں۔ کہ فدیہ لے لینے کے بعد پھر قاتل کو قتل کیا جائے۔ لیکن ہمارے نزدیک حکومت کابل نے فدیہ ادا ہو جانے کے بعد قتل کیا۔ جیسا کہ ہم ۲۳ر جون کے الفضل میں لکھ چکے ہیں۔ "اس معاملہ کا سب سے شرمناک پہلو یہ ہے۔ کہ حکومت کابل نے اپنے قانون کے مطابق اس شخص سے خون بہا لے لینے کے بعد پھر اسے قتل کر دیا"۔ لیکن "سیاست" کے خیال میں قتل ہی اس لئے کیا گیا۔ کہ زرفدیہ ادا نہ ہوا۔ مگر اس کا یہ خیال درست نہیں۔ جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔

پھر ہندوستانی علماء کی جمعیتہ کا اخبار "الجمعیتہ" لکھتا ہے:۔

"یقیناً افغانستان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ایک فرزند وطن کا خون چند یا چند ہزار روپوں کے عوض فروخت نہ کرے"۔

یہ بالکل صحیح۔ مگر کیا خون کا عوض چند ہزار روپے لے لینے کے بعد بھی اسے حق ہے۔ کہ قاتل کو قتل کر دے۔ ہرگز نہیں

ان اخبارات نے تو خون بہا نہ لینے کی صورت پیش کر کے قتل کو جائز ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر اخبار مدینہ (۲۱ر جون ۱۹۲۵ء) خون بہا لینا تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ایک اطالوی انجنیر مسمی پیریئو نے پچھلے سال ایک افغان سپاہی کو قتل کر دیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں اسے ۲ر جون ۱۹۲۵ء کو پھانسی دیدی گئی۔۔۔۔ ۔۔۔ پیریئو قید سے بھاگ نکلا تھا جس کے بعد وہ پکڑا گیا۔ اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا۔ اور اس طرح اس نے ایک دوسرا جرم کر کے زر خون بہا ضائع کر لیا"۔

گویا پیریئو کو قتل کی پاداش میں نہیں۔ بلکہ قید سے بھاگ نکلنے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ مگر سوال یہ ہے۔ جب وہ فدیہ ادا کر چکا تھا تو پھر اسے قید میں کیوں رکھا گیا۔ اور اسکے کابل سے چلے جانے کی کوشش کو جرم کس طرح قرار دیا گیا۔ اور جرم بھی ایسا جس کی سزا قتل ہو۔

اخبار "زمیندار" نے فدیہ کے ذکر کو بالکل چھوڑتے ہوئے لکھا ہے:۔

"گذشتہ سال پیریئو نامی ایک اطالوی انجنیر نے افغانستان میں نہ صرف دولت علیہ افغانیہ کے احکام کے واجبی اعزاز و احترام ہی کو پس پشت ڈالا تھا۔ بلکہ اپنے تمرد و سرکشی کے جنون میں ایک افغانی سپاہی کو بھی شہید کر دیا تھا دولت علیہ افغانستان نے کامل تحقیقات کے بعد جرم ثابت ہو جانے پر پیریئو کو موت کی سزا دیدی"۔ (زمیندار ۱۲ر جون)

یہ الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ فدیہ کی ادائگی کے بعد قتل کرنے کا جواز "زمیندار" کو بھی نہیں سوجھا۔ اسی لئے اس نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

اخبار "تنظیم" نے فدیہ کے ذکر کو چھوڑ کر حکومت کابل کو اس کے قتل کے لئے نہایت درجہ مجبور قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"اطالوی انجنیر پیریئو نامی نے کچھ عرصہ ہوا۔ کہ افغانستان میں ایک افغانی کو قتل کر دیا۔ اور پھر پولیس کا مقابلہ کیا۔ حکومت افغانستان ایسے سنگین جرائم پر بھی اسے سزا دینے میں پس و پیش سے کام لیتی رہی۔ لیکن یہ بدبخت قتل انسانی اور مقابلہ پولیس پر بھی اکتفا نہ کرتے ہوئے جائے حراست سے بھی بھاگ گیا۔ آخر مجبور ہو کر حکومت نے اسے پھانسی کی سزا دیدی"۔ (تنظیم ۱۲ر جون)

لیکن ان سب سے عجیب و غریب بیان کابلی اخبار "امان افغان" کا ہے جسے مسلمان اخبارات نے نقل کیا ہے۔ اور جو یہ ہے:۔

"ایک روز پیریئو چند دوسرے اطالویوں کے ساتھ ڈاکخانہ گیا اور اپنی عادت کے موافق اس نے ٹیلیفون اور پولیس کے چند آدمیوں کو جو وہاں تھے۔ زدوکوب کیا۔ پولیس نے کمانڈنگ افسر کے پاس شکایت کی۔ اس اثناء میں پیریئو اپنے مکان میں پناہ گزین ہو گیا اور پولیس پر بندوق سے فیر کرنے لگا۔ ایک آدمی پولیس کا مارا گیا۔ بعد میں کمانڈنگ افسر نے بمشکل اسکو گرفتار کیا۔ مقتول پولیس والے کے ورثاء نے اپنے عزیز کے خون کا دعویٰ اور حکومت نے اپنے ملازم کے خون کا دعویٰ اسیر کیا۔ عدالت میں جرم ثابت ہوا اور اسکو دونوں الزاموں میں سزا دی گئی۔ چونکہ وارثان مقتول کا حق بروئے شرع مقدم تھا۔ اس لئے پیریئو انکے حوالہ کیا گیا۔ ورثاء نے اس سے خون بہا لے لیا اور قتل گاہ میں اسکو معاف کر دیا۔

مگر ابھی حکومت کے جرم کی پاداش میں پر باقی تھی۔ پیر نوقبہ خانہ کو نکل بھاگا۔ اور بڑی تلاش کے بعد ترکستان سے گرفتار کر کے لایا گیا۔ چونکہ حکومت کا اس پر خون کا حق تھا۔ اسلئے بحکم عدالت کمانڈنگ افسر نے پیر نو کو دار پر کھینچا۔ (ہمدم ۳۰ جون)

اس بیان میں زر فدیہ وصول ہونے کا صاف طور پر اقرار کرتے ہوئے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا گیا ہے۔ کہ زر فدیہ تو مقتول کے ورثاء کو ادا کیا گیا لیکن مقتول چونکہ سرکاری ملازم تھا اسلئے حکومت نے اپنا حق وصول کرنے کیلئے اسے دار پر کھینچ دیا۔ ممکن ہے۔ افغانستان کے حدود کے اندر اس وجہ قتل کو معقول اور شریعت اسلامیہ کی رو سے جائز قرار دیا جاتا ہو۔ لیکن صفحہ عالم پر اور کسی جگہ اسے قابل وقعت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اخبارات نے بھی اس امر کو صفائی پیش کرنے کی جرأت نہیں کی۔

کابلی اخبار کے بیان سے اگر کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہی کہ اہل کابل نہ صرف خود زمانہ جہالت کی یادگار ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ ساری دنیا انہی کی طرح ظلمت کدہ میں پڑی ہوئی ہے۔ اسلئے اس قسم کی دور از عقل و فکر باتیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ احمدیوں کی سنگساری کے متعلق انہوں نے کیسے کیسے لغو عذر تراشے اور پے در پے کتنے پہلو بدلے۔ پہلے پہل صرف ارتداد کی وجہ سے سنگسار کرنے کا اعلان کیا گیا لیکن جب ساری دنیا نے لعنت و ملامت کی۔ تو یہ عذر گھڑا گیا۔ کہ کچھ ایسے خطوط دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے حکومت کے خلاف سازش کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کے متعلق تحقیقات کی جا رہی ہے۔ مگر وہ تحقیقات ابھی تک پردہ راز میں ہے اور ہمیشہ راز میں ہی رہے گی۔ اس سے ان کی عقل و دانش انسانیت و شرافت کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ کہ جن پر سازش کا الزام لگایا جاتا ہے۔ انہیں قتل پہلے کر لیا جاتا ہے۔ اور تحقیقات جرم بعد میں شروع ہوتی ہے۔ اور پھر جرأت یہ کہ اس امر کا اعلان بطور اپنی صفائی کے الکناف عالم میں کیا جاتا ہے۔

اسی قسم کا یہ بیان ہے۔ جو اطالوی انجینیر کے متعلق شائع کیا گیا ہے۔ اول تو یہ شرعاً ناجائز ہے۔ کہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد قتل کیا جائے۔ جیسا کہ اخبار "سیاست" نے بھی لکھا ہے۔ دوسرے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر قاتل فدیہ ادا نہ کرتا۔ تو اس صورت میں کیا اسے دو دفعہ قتل کیا جاتا ایک دفعہ ورثاء مقتول اپنے حق کے لئے قتل کرتے۔ اور دوسری دفعہ حکومت۔ یا حکومت اور ورثاء آدھا آدھا قتل کرتے۔ اگر ان میں سے کوئی صورت بھی ممکن العمل نہیں تو پھر اس کا کیا مطلب۔ کہ فدیہ ورثاء نے وصول کیا۔ اور قتل حکومت نے کر دیا۔ جب اس نے قتل ہی ہونا تھا تو فدیہ کیوں ادا کرتا۔

حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جس طرح احمدیوں کو حفاظت اور امن کے تحریری وعدے دیکر شرمناک وعدہ خلافی کی گئی۔ اسی طرح فدیہ وصول کر لینے کے بعد اٹلی کے انجینیر کو قتل کرنے میں بیہودگی اختیار کی گئی۔ اور اس طرح ساری دنیا کے لئے افغانستان کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بہت عمدہ موقعہ پیدا کر دیا گیا۔

کیا کابل سر تسلیم خم کر دیگا یا اٹلی کو گستاخی کا مزا چکھائیگا

مسلمان اخبارات جو اس وجہ سے کہ کابل کا ملک ساحل سمندر سے محروم ہے۔ یہ کہہ رہے تھے۔ اٹلی اس کا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے۔ اب اسلحہ اور روپیہ ضبط ہو جانے پر بہت غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور انہیں خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ کہ افغانستان اٹلی کے مطالبات کے سامنے سر جھکا دے گا۔ اس وجہ سے اس کے خلاف مشورہ دے رہے ہیں۔ چنانچہ معاصر ہمدرد دہلی ۲۴ جون لکھتا ہے۔

"حکومت افغانستان حکومت اٹلی کی اس بیہودگی کا کیا جواب دیگی۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مگر غالباً افغانستان اس حقیقت کے سمجھنے سے قاصر نہ ہوگا۔ کہ اگر اس پہلے امتحان میں وہ پورا نہ اترا۔ اور اٹلی کے مطالبات کے سامنے سر جھکا دیا۔ تو تمام دول یورپ کے لئے چیرہ دستی کا دروازہ کھل جائے گا۔"

اگر کابل نے اٹلی کے سامنے سر جھکانے میں ہی خیریت سمجھی۔ تو وہ اس قسم کے مشوروں کی اسی طرح کوئی پرواہ نہ کرے گا۔ جس طرح گورنمنٹ ہند سے صلح کرتے وقت اس نے نہ کی تھی۔ اور مسلمانان ہند کی التجاؤں کو بیدردی کے ساتھ ٹھکرا دیا تھا۔ لیکن اگر ابھی ایسا ہی ہوا۔ تو ہمیں بھی بہت افسوس اور رنج ہوگا۔ کیونکہ ہماری بھی یہی خواہش ہے۔ کہ کابل مسلمانوں کی حکومت کہلا کر ایک عیسائی حکومت کے آگے نہ صرف سر تسلیم خم نہ کرے۔ بلکہ جلد سے جلد "زمیندار" کے حسب ذیل الفاظ کو درست ثابت کرے۔

ہمیں امید ہے۔ اعلیحضرت شہریار غازی افغانستان خلد اللہ ملکہ مسولینی کی اس گستاخی کا قرار واقعی مزا چکھائیں گے۔ افغانستان میں اطالویوں کی جتنی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد ہے۔ وہ فی الفور ضبط کی جانی چاہیئے۔ جتنے اطالوی کابل میں مقیم ہیں۔ سب قیدخانے میں ڈال دینے چاہئیں۔ اور اس کے بعد مسولینی کو نوٹس دے دینا چاہیئے۔ کہ جب تک وہ اس بے ادبی کے لئے اظہار معذرت نہ کریگا۔ افغانستان میں اطالویوں پر عرصہ حیات تنگ رکھا جائے گا۔ اور اطالوی سفارت حکومت کے تصرف میں رہے گی۔ جب تک اعلیحضرت کی طرف سے نہایت قاہرانہ اعلان نہ ہوگا۔ اس اقدام کی عقل کے رومی کے حواس بجا نہ ہوں گے۔"

دیکھئے کابل اٹلی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ یا قاہرانہ کارروائی عمل میں لاتا ہے۔

مولوی ظفر علی خانصاحب کے فتوی کفر اور اُس کا اثر

"زمیندار" بڑے زور شور کے ساتھ یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ کہ حزب الاحناف نے مولوی ظفر علی خان صاحب کے کافر ہونے کا جو فتوی دیا ہے وہ بجائے مضر ہونے کے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے۔ اور مولوی صاحب موصوف کی عزت و توقیر پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ مگر یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ معلوم ہوتا ہے۔ اور حقیقت بالکل اس کے برعکس نظر آ رہی ہے۔ جس کا تازہ اور بہت بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ امرتسر میں جو آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ پہلے اس کی صدارت مولوی ظفر علی خان صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ اور اس کا اعلان بھی اخبارات میں کرا دیا گیا تھا۔ لیکن اب جبکہ اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت کا اعلان کیا گیا ہے۔ تو مولوی صاحب کا نام کہیں نظر نہیں آتا۔ حالانکہ مسلمان اخبارات کے بہت سے ایڈیٹروں کے نام موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات "زمیندار" کو بھی کھٹکی ہے اسی لئے اسے یہ لکھنا پڑا۔

"کانفرنس کے داعیوں میں تقریباً ہر طبقہ اور ہر خیال کے آدمی شامل ہیں۔ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ شرکائے کار اور نمائندوں کے انتخاب میں کیا اصول ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں بہترین طریقہ یہ تھا۔ کہ تعلیمی اقتصادی اصلاحی۔ مذہبی۔ سیاسی۔ اور تبلیغی انجمنوں کے اثر و رسوخ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے نمائندے طلب کئے جاتے۔ اور تمام نمائندوں کے نام معلوم کر لینے کے بعد اگر یہ سمجھا جاتا۔ کہ چند خاص بزرگ اس صورت میں منتخب نہیں ہو سکے۔ تو انہیں کانفرنس کے ارباب اہتمام خود دعوت شرکت بھیج دیتے۔ یہ بہترین طریقہ تھا۔" (۲۶ جون)

بالکل درست۔ یہی بہترین طریق تھا۔ تاکہ اس میں انتخاب کی جو [illegible] درج تقسیم بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی نہ کسی میں تو مولوی ظفر علی خاں صاحب بھی آ جاتے۔ اور اگر پھر بھی نہ آتے۔ تو یہ صورت بتادی گئی تھی۔ کہ انہیں ارباب اہتمام خود دعوت شرکت بھیج دیتے۔ اور غالباً نہیں بلکہ یقیناً "چند خاص بزرگ" سے "زمیندار" کی مراد مولوی ظفر علی خاں صاحب سے ہی ہوگی۔ لیکن افسوس کہ اس مشورہ پر عمل نہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ یہ اس فتویٰ کا اثر ہے۔ جو حزب الاحناف نے دیا۔ کجا تو صدارت پیش کی جاتی تھی۔ اور کجا یہ کہ دعوت [illegible] بھیجی گئی۔ یہ صلہ ہے۔ ان خدمات کا جو مولوی صاحب نے جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے میں سرانجام دیں۔ اور جب بھی انہوں نے سلسلہ احمدیہ کے خلاف زور آزمائی کی ہے۔ اسی وقت نقد بہ نقد معاوضہ پاتے رہے ہیں ؛

سلطان ابن سعود کی برطانیہ سے وظیفہ خوری

شریف حسین کے خلاف مسلمانان ہند کا غیظ و غضب اس بنا پر بھڑکا ہوا ہے۔ کہ انہوں نے دوران جنگ میں اور اس کے بعد سلطنت برطانیہ سے کیوں امداد حاصل کی۔ اور کیوں ترکوں کی اطاعت سے سرتابی کی۔ اس کے مقابلہ میں وہ بڑے زور شور سے سلطان ابن سعود کی حمایت اور تائید کر رہے ہیں۔ حالانکہ سلطنت برطانیہ سے حصول امداد میں ابن سعود بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ وہ بھی برطانیہ کے پورے پورے نمک خوار ہیں۔ چنانچہ معاصر ہمدم (۱۶ مئی ۱۹۲۵ء) نے ایک سرکاری رپورٹ کی بنا پر لکھا ہے:۔

"سلطان ابن سعود کا علاقہ ایسے موقعہ پر واقعہ ہے۔ کہ وہاں سے وہ عراق پر بآسانی فوج کشی کر سکتے ہیں۔ اور ایک وقت میں وہ عراق پر متصرف ہونے کا ارادہ بھی رکھتے تھے۔ اس لئے برطانیہ نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا ضروری سمجھا۔ اور اس مقصد کے لئے ان کا ۵ ہزار پونڈ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ جو جنوری ۱۹۱۷ء سے لے کر اختتام ۲۳-۱۹۲۲ء تک برابر ان کو ملتا رہا۔ اور اس کے بعد ۵۰ ہزار پونڈ یکمشت بدیں شرط سلطان موصوف کو دیئے گئے۔ کہ اس کے بعد کوئی اور وظیفہ ان کو نہیں ملے گا۔

علاوہ ازیں ۱۸-۱۹۱۷ء میں ایک مشن سلطان موصوف کے پاس بھیجا گیا تھا۔ جس نے ۴ ۳۳۸ ۴ پونڈ خرچ کئے۔ اس میں سے ۸۱۰ ۳۹ پونڈ نقد سلطان موصوف کو دیئے گئے۔ اور ۶۱۰۰ پونڈ کے تحائف اثنائے سفر میں عرب شیوخ کو عطا کئے گئے۔ اور ۲۷۵۰۰ پونڈ کے ذخائر و سامان حرب سلطان ممدوح کو بھیجا گیا۔ اس طرح چھ سال کے اندر تین لاکھ ۶۰ ہزار پونڈ وظیفہ میں ان کو ملے۔ ۵۰ ہزار پونڈ آخر میں یکمشت دیئے گئے اور ۱۳۱۷۶ پونڈ بصورت نقد و سامان انگریزی مشن نے ان کی خدمت میں پیش کئے۔ جس کی میزان ۴ لاکھ ۲۳ ہزار ۳۰۰ پونڈ یا پون کروڑ روپے سے کچھ ہی کم ہوتی ہے۔ شریف حسین کا وظیفہ ۲۳-۱۹۲۲ء سے بند ہو چکا تھا۔ سلطان ابن سعود کو ایک سال بعد تک ماہانہ وظیفہ ملتا رہا۔ اور سال مابعد میں ۵۰ ہزار پونڈ یکمشت ملے۔ ۲۵-۱۹۲۴ء سے ان کی امداد بھی موقوف ہو گئی "

اس سے ظاہر ہے۔ کہ سلطان ابن سعود شریف حسین کی نسبت بہت زیادہ انگریزوں سے امداد حاصل کر چکے ہیں۔ ایسے حالات میں انہیں شریف حسین پر ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی ؛

خودکشی ہر صورت میں منع ہے

خودکشی کی وارداتوں میں زیادہ حصہ ان لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو اپنی صحت سے مایوس ہو کر اور بیماری کی تکالیف سے بچنے کی کوئی صورت نہ سمجھ کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ لیکن اسلام کی چونکہ یہ تعلیم ہے۔ کہ کسی حالت میں انسان کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس نے خودکشی کو جو مایوسی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ حرام قرار دے دیا ہے۔ اور اس طرح اپنے پیرووں کو یہ سکھایا ہے۔ کہ وہ ظاہری حالات خواہ کس قدر ہی مخالف کیوں نہ ہوں کبھی مایوس نہ ہوں۔ اور کبھی یہ خیال نہ کریں کہ خدا تعالیٰ ان کی مدد نہیں کرے گا ؛

حال ہی میں فرانس کی ایک عدالت نے ایسے مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے۔ جس میں قاتل نے بیمار مقتول کی اس خواہش پر کہ "میری زندگی کا خاتمہ کر کے مجھے آئے دن کی تکلیف سے بچا لو" اسے قتل کر دیا۔ عدالت نے ملزم کو بری کر دیا۔ مگر سارے ملک میں اس کے خلاف شور مچ گیا۔ اور مخالفت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ پیش کی گئی ہے۔ کہ:۔

"بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ بالکل مایوس العلاج آدمیوں کی حالت میں یکایک کسی ظاہری سبب کے بغیر تبدیلی پیدا ہو جایا کرتی ہے "

اس طرح خودکشی کے اس طریق کو جسے عدالت نے جائز قرار دیا تھا ناجائز ٹھہرا کر اس بارے میں اسلام کا جو حکم ہے۔ اس کی صداقت ظاہر کی گئی ہے۔ اور صحت سے قطعی مایوسی کی وجہ سے اپنے ہاتھوں ہلاک ہونے سے روکا گیا ہے۔ قانون کے رو سے تو اسی حد تک کہا جا سکتا ہے۔ آگے مذہب یہ سکھلا سکتا ہے۔ کہ کسی حالت میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ صرف اسلام سکھلاتا ہے۔ دنیا کے اور کسی مذہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی ؛

چودھویں صدی کے مولوی

قادیان میں غیر احمدیوں کے جلسہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی ظفر علی خاں صاحب کے نہ آنے کا ذکر کرتا ہوا "زمیندار" (۱۸ جون) لکھتا ہے "سنا ہے۔ میر قاسم علی مدیر فاروق نے کہا۔ کہ ظفر علی اور ثناء اللہ ہم سے ڈر گئے ہیں اسلئے نہیں آئے" حالانکہ جناب میر صاحب نے یہ قطعاً نہیں کہا۔

اگرچہ "زمیندار" نے بھی اپنے ان "سورمے" اور "شجاع" مولویوں کے نہ آنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی اور صرف یہ کہکر رہ گیا ہے۔ کہ "یہ دونوں اصحاب کسی وجہ سے شریک جلسہ نہ ہو سکے" البتہ ان کی زندگی کے "بہادرانہ کارناموں" کا ذکر کر دیا ہے چنانچہ لکھا ہے:۔

"مولانا ثناء اللہ صاحب کی تو ساری عمر قادیانیوں سے لڑتے بھڑتے گذر گئی وہ بھلا ان سے کیا ڈریں گے "

مگر احمدیوں سے مولوی صاحب کا لڑنا بھڑنا ان کی شجاعت کا ثبوت نہیں ہو سکتا کیونکہ احمدی مذہبی مباحثات میں کسی قسم کے جبر اور زور کو جائز ہی نہیں سمجھتے۔ ہاں "زمیندار" کے نزدیک جو معیار شجاعت ہے۔ یعنی گورنمنٹ برطانیہ کی مخالفت۔ اس کے متعلق ان کا کوئی کارنامہ پیش کیا جاتا۔ تو انہیں بہادری کا تمغہ مل سکتا تھا۔ مگر انکی حالت یہ ہے۔ کہ انہیں "سردار اہلحدیث" ہونے کے باوجود حاجیوں کی رکاوٹ کے متعلق اپنے نام سے پنجاب کی جماعت اہل حدیث کا تار بھی گورنمنٹ کو دینے کی جرأت نہیں ہوئی ؛

"رہے مولانا ظفر علی خاں" جن کی شان بالفاظ "زمیندار" یہ ہے۔ کہ "وہ تو قادیانیوں کے اولیائے نعمت یعنی انگریزوں سے بھی کبھی نہیں ڈرے۔ بھلا ان سے کیا ڈرینگے کیا پدی کیا پدی کا شوربا "

لیکن کیا یہ وہی مولوی ظفر علی خانصاحب تو نہیں۔ جنہوں نے اڈوائر کے بوٹ کی ٹو پر ناک رگڑ کر نہایت ذلت کے ساتھ معافی مانگی تھی۔ اسی طرح نظر بندی سے رہائی حاصل کرتے ہوئے یہ اقرار کیا تھا۔ کہ وہ "سیاست کے دور از کار مشغلہ" سے ہمیشہ کیلئے کنارہ کش رہینگے۔ پھر کیا یہ وہی بہادر اور شجاع مولوی ظفر علی خانصاحب تو نہیں جنہوں نے اپنا نام نامی اور اسم گرامی بھی لوح "زمیندار" سے مٹا دینے میں خیریت سمجھی۔ اور اب بھی انہیں یا ان کے مایۂ ناز اسسٹنٹوں میں سے کسی کو اتنی جرأت نہیں۔ کہ اپنے آپ کو "زمیندار" کا ایڈیٹر ظاہر کر سکے ؛

جن لوگوں کی جرأت اور شجاعت کی یہ حالت ہو۔ جو کسی "کرایہ کے ٹٹو" پر اپنا بوجھ لاد کر چل رہے ہوں۔ جو کئی ناکردہ گناہ لوگوں کو اپنی بجائے قیدخانہ میں دھکیل چکے ہوں۔ حتیٰ کہ ایک اندھے حافظ کو "ایڈیٹر زمیندار" بنا کر اپنے کئے کی پاداش میں قید کرا چکے ہوں۔ انہیں اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے شرم آنی چاہیئے ؛

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیشگوئی جس میں علماء کا ذکر ہے۔ اور جسے ہم زمانہ حال کے علماء پر چسپاں کرتے رہے ہیں۔ اب اس کا اعتراف خود مسلمان کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے "علماء کو قوم نے تو الگ کر دیا تھا۔ مگر خود طلاقت نے پھر سر چڑھا لیا۔ شاید مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث پڑھی تھی [illegible]

احکام اسلام کا فلسفہ

شرعی مسائل کی تائید طب اور سائنس سے

ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ اسلام کے سب احکام اپنے اندر باریک فلاسفی اور حکمت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس دعویٰ کے ثبوت میں عاجز نے ریویو میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا ہے۔ جس میں شریعت کے مختلف احکام کی حکمت اور فلاسفی وقتاً فوقتاً بیان کی جاتی ہے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے جب یہ احکام اس عظیم الشان انسان پر جو امّی تھا (اللہ تعالےٰ کی ہزار ہزار برکتیں اور رحمتیں اس پر نازل ہوں) نازل ہوئے۔ تو اس وقت ان پُرحکمت مسائل کے فوائد اور ان کی تائید میں عقلی دلائل کوئی نہ جانتا تھا۔ مگر موجودہ علم طب، سائنس اور علم النفس کی تحقیقاتوں نے ان احکام کا فلسفہ اور حکمت بخوبی واضح کر دی ہے۔ اور آئندہ بھی قیامت تک یہ اسرار کھلتے رہینگے۔

چونکہ آج کل نئی روشنی کے دلدادہ مغربی فلسفہ اور طب کی بات کو الہامی کلام سے زیادہ وقعت دیتے ہیں۔ اس لئے اس امر کی ضرورت پڑی۔ کہ عقلی دلائل اور سائنٹفک ثبوت بہم پہنچائے جائیں۔ ورنہ قرآن کریم تو ایسی فطرت کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ کہ میرے نزدیک ایک سلیم الفطرت شخص کو اس کے ماننے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ پس مخالفین پر اتمام حجت کے لئے ان دلائل کی ضرورت پڑی ورنہ قرآن کریم اپنی صداقت کے اظہار کے لئے طب اور سائنس کا محتاج نہیں، کیونکہ جو قرآن کریم کو نہیں مانتا۔ اس کے لئے یہ کوئی دلیل نہیں۔ کہ قرآن کریم یوں کہتا ہے۔ اسے منوانے کے لئے احکام کی تائید میں ثبوت بہم پہنچائینگے۔

اس کے علاوہ ماننے والوں کو ان مضامین سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جب دلیل مل جائیگی۔ تو ان احکام پر عمل کرنے سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر ایک ایسا مادہ رکھا ہے۔ کہ جب انسان کسی چیز کو استعمال کر رہا ہو۔ اور ساتھ ساتھ اس کا فائدہ بھی سوچتا جائے۔ تو اسے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ سینڈو کی ورزشوں میں یہ ایک بہت بڑا اصول ہے۔ کہ ورزش کرتے وقت اگر یہ بھی خیال رکھو کہ ہمارے پٹھے سخت اور مضبوط ہو رہے ہیں۔ تو اس طرح دوگنا فائدہ ہوتا ہے۔ یہی حال شرعی مسائل پر عمل کرنے کا ہے۔

چونکہ موجودہ علوم طب اور فلسفہ وغیرہ ابھی اپنی انتہائی ترقی کو نہیں پہنچے۔ اس لئے ہم فی الحال شریعت کی ہر بات کے متعلق کیوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ ان علوم کی رو سے بعض فروعی مسائل کا فلسفہ بتانا شاید مشکل ہو۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ایک اصول پہلے قائم کیا جائے جس کے ماتحت اسلامی احکام کا فلسفہ بیان کیا جائے۔ چنانچہ یہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا فرمودہ اصول ان باتوں کے سمجھنے کے متعلق عرض کر دیتا ہے۔ تاکہ ہمارے لئے ہدایت کا موجب ہو۔ حضور فرماتے ہیں:-

"اگر طب اور سائنس کی بات شریعت کی تائید کرے۔ تو طب ٹھیک کہتی ہے۔ اور اگر وہ مخالف پڑے۔ تو طب غلط ہے۔ اور شریعت کا حکم درست ہے۔ شریعت کا علم یقینی اور وحی ہے۔ اور طب وغیرہ کا علم ظنی ہے۔ اس لئے شریعت غلطی نہیں کھا سکتی۔ طب غلطی کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک عالم الغیب ہستی اور یہ ایک مخلوق ناقص عقل والے انسان کا تجویزہ ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے دنیاوی علوم دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ پرانی تھیوری بدل جاتی ہے۔ اور نئے اصول قائم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے۔ کہ جب سائنس کی بات شریعت کے خلاف معلوم ہو۔ تو صبر سے کام لیں۔ اور مخالفین کو کہہ دیں کہ ذرا ٹھہرو۔ کل کو ہی تمہاری یہ مایہ ناز تھیوری بدل جائے گی۔ اور ایک نئی تھیوری اسلام کی تائید میں نکل آئیگی۔ چنانچہ ایسا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کئی احکام جن کی پہلے مخالفت کی جاتی تھی اور جنہیں لغو کہا جاتا تھا۔ اب زمانہ کی ترقی کے ساتھ مفید اور پُراز حکمت ثابت ہو گئے ہیں۔

ہماری عقل محدود ہے۔ اس لئے صرف عقل اور مشاہدہ پر بھروسہ کرنا غلطی ہے۔ یاد رکھو کہ الہام کی روشنی کے بغیر عقل اندھی ہے۔ اس لئے اگر کوئی طبی یا سائنٹیفک دلیل شریعت کی تائید میں مل جائے۔ تو بہتر ورنہ صبر سے کام لو۔ اور نئی تحقیقات کا انتظار کرو۔ ترقی علوم کے ساتھ سب حقیقت واضح ہو جائیگی مجھ کو خدا کے فضل سے یقین ہے۔ کہ وہ دن قریب ہے۔ کہ ہم شریعت کے ہر مسئلہ کے متعلق آپ لوگوں کو عقلی اور طبی دلائل دے سکیں گے۔ اور "کیوں" کا کافی وشافی جواب دے سکینگے

مجھے خود طب اور سائنس کی بات پر بہت کم اعتماد ہوتا ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہر سال نئی تھیوری نکل آتی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھو۔ کہ پہلے یہ خیال تھا۔ کہ ملیریا بخار گندی ہوا سے ہوتا ہے۔ مگر جدید تحقیقات سے معلوم ہوا۔ کہ اس کا باعث مچھر ہے۔ پھر بنگال کے بخار وکالا آزار کے متعلق پچھلے سال تک سب حکماء یہ مانتے تھے۔ کہ اس کا باعث ایک جرم ہے۔ جو کھٹمل کے کاٹنے سے جسم میں سرایت کرتا ہے۔ مگر اب یہ تحقیقات بالکل غلط ثابت ہوئی ہے۔ اور ایک مکھی (سینڈ فلائی) کو مجرم قرار دیا گیا ہے۔ تو کیا ان ظنی تحقیقاتوں سے شریعت کی بات کو جو اٹل ہے۔ رد کیا جائے یہ گستاخی ہے۔ کہ ظنی علم سے یقینی اور اٹل قانون کو توڑا جائے انسانی علم اور عقل بتدریج ترقی کرتا ہے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ اب ترقی مکمل ہو چکی ہے۔ اور موجودہ مسلمات اٹل ہیں۔ جس طرح متقدمین کی غلطیوں کی اصلاح حال کے حکماء نے کی ہے۔ اسی طرح قرین قیاس ہے۔ کہ ہماری غلطیاں آئندہ آنے والی نسلوں کے حکماء نکالیں گے۔ اور علوم کو ترقی کے مدارج پر پہنچا دینگے میرا ایمان ہے۔ کہ طب اور سائنس قرآن کریم کے تابع ہے۔" اسی اصول کو مدنظر رکھ کر ان مضامین کو پڑھنا چاہیئے:

خاکسار:- محمد شاہ نواز خاں۔ اسسٹنٹ سرجن

آریہ سماج اور پردہ

آریہ سماج ہمیشہ سے اسلامی پردہ کو "خلاف فطرت" اور "تعلیم سے مانع" قرار دیتی رہی ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ پردہ تعلیم میں ہرگز مانع نہیں ہو سکتا

اسلام ایک علمی مذہب ہے۔ لہذا اس نے جس طرح مردوں کے لئے تعلیم کو لازمی اور واجب قرار دیا ہے۔ اسی نے عورتوں کے لئے بھی زیور علم سے آراستہ ہونا ضروری ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "طلب العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم ومسلمۃ" کہ علم کا سیکھنا مرد وعورت پر یکساں فرض ہے۔

ہم آریہ سماج کے دونو اعتراضوں کے جواب میں آریہ ورت کے سب سے "آزاد منش" کی رائے تحریر کرتے ہیں۔ میری مراد جناب سوامی دیانند جی سے ہے۔ جنہوں نے اس زمانہ میں نیوگ جیسے "پوتر" مگر ناقابل عمل مسئلہ کے اجراء کی کوشش فرمائی۔ آپ اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں تحریر فرماتے ہیں۔

"لڑکے و لڑکیوں کے مدرسے ایک دوسرے سے کم از کم دو کوس کے فاصلہ پر ہوں۔ جو استاد و استانیاں اور نوکر چاکر ہوں۔ ان میں سے لڑکیوں کے مدرسہ میں عورتیں اور لڑکوں کے مدرسہ میں مرد ہونے چاہئیں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پائے" (باب ۳ دفعہ ۲ صفحہ ۳۰ اڈیشن پنجم)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پردہ ایک فطرتی امر ہے اور وہ تعلیم نسواں میں ہرگز ہرگز روک نہیں۔ اور خود بانئے آریہ سماج تعلیم کے حصول میں پردہ کو ضروری سمجھتے ہیں:

خاکسار:- اللہ دتا جالندھری۔ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

اخلاق فاضلہ کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

فرمودہ ۲۶ جون ۱۹۲۵ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے کچھ عرصہ سے درستی اخلاق کے متعلق مضامین شروع کئے ہوئے ہیں۔ اور آج بھی اسی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے اخلاق ہی کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ میں نے اپنے خطبات کے شروع میں بتایا تھا۔ کہ اخلاق فاضلہ بھی انسان اسی طرح حاصل کر سکتا ہے۔ جس طرح دنیا کے اور درجے اور عہدے حاصل کرتا ہے۔ یعنی اخلاق فاضلہ بھی محنت اور کوشش سے ہی حاصل کر سکتا ہے۔

ہر چیز مشقت سے …ل ہوتی ہے

دنیا میں کوئی گر اور کوئی طریق ایسا نہیں۔ کہ انسان بغیر محنت اور مشقت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے اور ترقیات پر پہنچ جائے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز اور ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت ہی کیوں نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے اس کا حصول بھی کئی تکالیف کے ساتھ معلق کیا ہوتا ہے۔ چھوٹے بچے بیر توڑنے کے لئے جنگل میں جاتے ہیں۔ اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ ان کی انگلیاں کانٹوں سے زخمی ہو جاتی ہیں۔ گو وہ بیر جن کو ایک مفت کی چیز خیال کرتا ہے۔ وہ بھی اس کو مفت نہیں ملتی۔ بلکہ اسکے حصول کے لئے بھی اسکو کانٹوں کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ پھر جنگلی پھول ہوتے ہیں۔ وہ بھی انسان کو مفت میں نہیں مل جاتے۔ بلکہ ان کے لئے بھی اسکو محنت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ جنگلوں اور پہاڑوں پر پھول ایسے مقامات پر ہوا کرتے ہیں جہاں انسانوں کے قدم بہت کم پڑتے ہوں۔ اس لئے ان کے حصول کے لئے انسان ان تک جلدی اور آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔ پس وہ پھول جن کو انسان مفت خیال کرتا ہے۔ وہ بھی اسے حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ پہلے کانٹے نہ چبھوائے یا ان تک پہنچنے کے لئے کئی میل کی مسافت نہ طے کرے۔ اسی طرح شہد ہے۔ اسکو بھی انسان مفت کی چیز خیال کرتا ہے۔ لیکن جس چیز کو وہ مفت خیال کرتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ نے مکھیوں کے ڈنکوں کے نیچے رکھا ہوتا ہے۔ پہلے وہ ان کے ڈنک برداشت کرتا ہے یا برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ محنت اٹھاتا ہے تب کہیں جا کر اسے شہد نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح پانی ہے جس پر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے۔ چونکہ انسان کی زندگی کے قیام کے لئے پانی کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے اسلئے اس کا سہل الحصول ہونا بھی ضروری ہے۔ مگر پانی کو بھی خدا تعالیٰ نے ہزاروں منوں مٹی کے نیچے رکھا ہوتا ہے۔ اور جب کنواں نکل آئے۔ تو ڈول ڈالنا اور کھینچنا پڑتا ہے۔ صرف ایک ہی چیز ہے۔ جو انسان کو مفت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اسکے بغیر ایک منٹ بھی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ غافل ہو یا ہوشیار۔ سوتا ہو یا جاگتا۔ ہر حالت میں اسے اسکی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ ہوا ہے۔ اگر یہ بھی انسان کو مفت نہ ملتی۔ تو وہ مر جاتا۔ مگر باوجود اسکے یہ ہوا بھی بعض حالات میں نہایت قیمتی ہو جاتی ہے۔ مثلاً صحت کمزور ہو جاتی ہے۔ سل وغیرہ بعض ایسے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ کہ تبدیلی ہوا کے لئے پہاڑ پر یا سمندر کے کنارے یا ریتلے میدان کی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے سینکڑوں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔ تو کبھی کبھی ہوا جیسی عام اور سہل الحصول چیز بھی قیمتی ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ اخلاق کے حصول کیلئے مشقت کی ضرورت

پس جب ہر ایک چیز کے حصول کے لئے انسان کو محنت اور مشقت کرنی پڑتی ہے۔ تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ وہ اعلیٰ درجے کی روحانی ترقی اور اخلاقی مراتب کے حصول کے لئے یہ چاہے۔ کہ اس کو کوئی محنت اور مشقت نہ کرنی پڑے۔ اور وہ یونہی سفلی اور ادنیٰ زندگی سے نکلکر اعلیٰ اور ارفع مقام پر پہنچ جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی عظیم الشان نعمت کے حصول کے لئے اسے کچھ بھی محنت اور کوشش نہ کرنی پڑے۔ اگر بیر توڑنے کے لئے پہلے کانٹوں کی تکلیف برداشت کرنا ضروری ہے۔ اگر پھولوں کے حصول کے لئے مشقت اٹھانی اور مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ اگر پانی کے لئے ڈول ڈالنا اور پھر کھینچنا پڑتا ہے۔ اور شروع میں کنواں کھودنا پڑتا ہے۔ تو پھر وہ اخلاق فاضلہ کہ جن کے ساتھ خدا تعالیٰ کا قرب اور وصل حاصل کر سکتا ہے۔ بغیر محنت اور مشقت کے کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس اخلاق فاضلہ کے حصول کے لئے یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیئے۔ کہ وہ کوئی پڑی ہوئی چیز ہے۔ جو یونہی مل جائے گی۔ یا [illegible] ہوا متاع ہے۔ جو یونہی دستیاب ہو جائے گا۔ جب تک دوسری چیزوں کی طرح ان کے حصول کے لئے بھی پوری محنت اور کوشش نہ کی جائے۔ اسوقت تک انسان اخلاق فاضلہ کے حصول سے محروم رہتا ہے۔

اخلاق فاضلہ کے حصول میں عادات کی مشکلات

پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اخلاق فاضلہ کا تعلق عادات سے ہے تو ان کے حصول میں اور بھی مشکل بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں۔ کہ عادات ان میں حائل نہیں ہوتیں۔ اس لئے ان کا حصول آسان ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کا ذہن اس چیز کو اسکے سامنے حاضر رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے یک سوئی پیدا کرنا بھی کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ لیکن جو امور عادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انسان کی عادات ان امور کے خلاف ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں انسان ان کی طرف یک سوئی بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک شخص یہ ارادہ کر لیتا ہے۔ کہ میں علم حاصل کروں گا۔ یا مکان بنواؤں گا۔ بے شک اس کو محنت کرنی پڑیگی۔ روپیہ صرف کرنا پڑیگا۔ لیکن علم حاصل کرنے کا یا مکان بنانے کا خیال بھلانے والی مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہوتی لیکن اخلاق فاضلہ کے حصول کا انسان ارادہ بھی کرے۔ تو اسکی عادتیں ہر ایک قدم میں اسکے لئے روک ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ قلبی کیفیات اور اعمال ماضیہ کے اثر کے نیچے دبے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو شخص کہ عمر کا ایک بڑا حصہ ظالمانہ رنگ میں بسر کرتا ہے آہستہ آہستہ اس کو اپنا ظلم بھی رحم نظر آنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص جھوٹ کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ اپنے جھوٹ کو بھی سچ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور اسکو سچ بنانے کے لئے بیسیوں جائز و ناجائز حیلے بہانے بناتا ہے۔ اسی طرح جسکو خیانت کی عادت پڑ چکی ہو۔ وہ خیانت کو امانت سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جسکو بدگوئی اور بدکلامی کی عادت ہو چکی ہو۔ وہ آہستہ آہستہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کہ وہ کسی کا دل نہیں دکھا رہا۔ بلکہ حق بات اور مناسب بات کہہ رہا ہے۔ ایسے لوگ ظلم کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ہم تو کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں اخلاق فاضلہ کے حصول کا محض ارادہ کر لینا ہی کام نہیں دے سکتا۔ ایک شخص پورے زور کے ساتھ یہ ارادہ کر لیتا ہے۔ کہ میں ظلم نہ کروں۔ لیکن جب موقعہ اور وقت آتا ہے۔ تو وہ اپنی عادت سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اور ظلم کرتے ہوئے پھر کہتا ہے۔ کہ میں ظلم نہیں کرتا۔ یہی حال دوسری بد عادات کا ہوتا ہے۔ اخلاق کی درستی تب ہی ہو سکتی ہے۔ جب انسان یہ سمجھے۔ کہ مجھ سے بد اخلاقی ہوئی ہے۔ لیکن جو شخص اخلاق میں ایسا گر جاتا ہے۔ کہ صریحاً گالیاں دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے۔ میں تو گالی نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ اپنے متعلق ایک چھوٹی سی بات کو بھی پہاڑ کے برابر بنا لیتا ہے

ایسے شخص کی اخلاق کی درستی کے لئے اس کا ارادہ بھی اسکو کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ حضرت خلیفہ اول بعض آدمیوں کا مثال کے طور پر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی مجھے رقعہ لکھتا ہے۔ اور میں درس میں نصیحت کے لئے اس رقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔ اور وہ شخص بھی موجود ہوتا ہے۔ تو دوسرے دن جھٹ میرے پاس اس کا رقعہ آجاتا ہے۔ کہ آپ نے تو مجھے کافر کہا۔ منافق کہا۔ اور بے دین بنایا۔ اور جب پوچھا جاتا۔ کہ کب تم کو کافر بے دین کہا گیا۔ تو کہتا۔ آپ نے مجھے جلد باز کہا ہے۔ حالانکہ مومن کی شان جلد بازی کرنا نہیں۔ اور جب میں مومن نہیں۔ تو کافر ہوا۔ لیکن اگر اس طرح سے بات کو پھیلایا جائے۔ تو کیسی ہی نیک نیتی سے بات کیوں نہ کی جائے۔ انسان اس کو بُرے سے بُرے پیرائے میں ڈھال سکتا ہے۔ اسی طرح بری سے بری بات کو نیکی کا جامہ پہنا سکتا ہے۔ یہ عادات کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ انسان ان کے مقابلہ میں کمزوری دکھا کر اخلاق کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتا۔ بلکہ ان عادات کے نیچے ایسا دب جاتا ہے کہ بد اخلاقی کو بھی اخلاق شمار کرنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ وہی بات اگر خود اسے پیش آجائے۔ تو ایک شور برپا کر دے۔ لیکن دوسرے کے متعلق اپنے اس فعل کو عیب یا بد اخلاقی قرار نہیں دیتا۔

بد عادات سے بچنے کے لئے مراقبہ کرنا چاہیئے

پس اخلاق فاضلہ کے حصول میں ایک تو اپنے ارادے کی کمزوری دوسرے انسان کی عادات روک ہوتی ہیں۔ اس لئے اعلیٰ اخلاق کے حصول کے لئے سب سے ضروری چیز یہ ہے۔ کہ انسان اپنی بد عادات کی اصلاح کرے۔ اور ان کے اثرات سے بچنے کی کوشش کرے جس کا طریق یہ ہے۔ کہ وہ مراقبہ کرے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے مراقبہ کے بہت بُرے معنے ان میں رواج پا گئے ہیں۔ اس کے اصل معنے تو یہ ہیں۔ کہ انسان اپنے اعمال پر غور کرے۔ اپنے اعمال کی نگرانی کرے۔ مثلاً اگر کسی سے اس نے اپنا کوئی حق لینا ہے۔ اس حق لینے میں جو طریق اس نے اختیار کیا ہے۔ اس پر غور کرے۔ کہ اگر میں لینے کی بجائے دینے والا ہوتا۔ اور میرے ساتھ ایسا طریق اختیار کیا جاتا۔ تو میں اس کو اخلاق قرار دیتا یا بد اخلاقی۔ یا جو بات میں نے دوسرے کے متعلق کہی ہے۔ اگر وہی بات میرے متعلق کوئی کہتا تو میں کیا سمجھتا۔ پس مراقبہ کے معنے تو یہ تھے۔ کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔ لیکن آہستہ آہستہ بدقسمتی سے اب مراقبہ کے یہ معنے ہو گئے ہیں۔ کہ سر نیچے کر کے بعض الفاظ رٹے جائیں۔ حالانکہ اس کے معنے نفس کی نگرانی کرنا ہے۔ اس لئے صوفیا کا یہ طریق رہا ہے۔ کہ وہ علیحدگی میں اپنے نفس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت جوش ٹھنڈے ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور اخلاق کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب انسان علیحدگی میں سوچتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ میں نے دوسرے کے ساتھ کیا ہے۔ وہی کچھ اگر کوئی میرے ساتھ کرتا۔ تو میں یقیناً اسے ظالم یا جھوٹا یا فریبی قرار دیتا۔ اس طرح اسے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ جس بات کی وجہ سے وہ دوسرے کو بُرا کہہ رہا تھا۔ اسی بات کا وہ خود مرتکب ہوا ہے۔ تو مراقبہ اخلاق فاضلہ کے حصول اور اخلاق رذیلہ سے بچنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے ایک تو میری یہ نصیحت ہے۔ کہ آپ لوگ مراقبہ کیا کریں۔ یعنی اپنے اعمال کا محاسبہ اور اپنے نفس کی نگرانی کیا کریں اس ذریعہ سے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ کہ جن باتوں کو کوئی شخص اپنی بد عادات کے اثر کے ماتحت نیکیاں خیال کرتا تھا وہ تو بدیاں ہیں۔ اور اس طرح بہت آسانی سے وہ اپنے اخلاق کی اصلاح کر سکے گا۔

قانون قدرت کی روک

عادت کے علاوہ ایک اور چیز بھی اخلاق فاضلہ کے حصول میں روک ہے۔ اور وہ قانون قدرت ہے۔ شاید آپ لوگ تعجب کریں گے کہ قانون قدرت تو اخلاق فاضلہ کے حصول میں ممد ہونا چاہیئے۔ وہ روک کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر اصل بات یہی ہے۔ کہ قانون قدرت بھی اخلاق فاضلہ کے حصول میں روک ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے یہ قانون بنایا ہے۔ کہ انسان کو جس چیز کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کے پورا کرنے کے لئے سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان سامانوں کو موقعہ و محل کے مطابق استعمال کرنے کا نام اخلاق فاضلہ ہے لیکن اگر ان طبعی تقاضوں کو جو خدا تعالےٰ نے انسان کے پیدا کئے ہیں۔ کوئی صحیح طور پر استعمال نہیں کرتا۔ تو ایسا انسان با اخلاق نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ وہ شخص با اخلاق کہلا سکتا ہے جو اپنے طبعی تقاضوں کو بالکل مار دیتا ہے۔ بلکہ ان طبعی تقاضوں کو برمحل استعمال کرنے کا نام اخلاق فاضلہ ہے۔

غصہ کا استعمال اور اس کے فوائد

مثلاً غصہ ایک طبعی تقاضا ہے۔ جو اس غرض کے لئے رکھا گیا ہے۔ کہ انسان اس کے ذریعہ کسی مقابلہ کرنے والے کو روکے۔ اور اس کے ذریعے ظالم کو بڑھنے نہ دیا جائے گویا دوسرے کو اس کے ظلم کرنے اور نیکی کو مٹانے کی کوشش سے روکا جائے۔ اسی طرح انتقام ہے۔ جو غصہ کا عملی پہلو ہے۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کے تیور دیکھکر اور اس کے چہرہ سے غصہ کے آثار معلوم کر کے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور ظلم اور بدی ترک کر دیتے ہیں۔ لیکن بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو چہرہ کے اثرات تو الگ رہے۔ زبان سے کہدینے سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ سزا اور انتقام چاہتے ہیں۔ غصہ کا پہلا درجہ تو یہ ہے۔ کہ قلب میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے انسان کی اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کو یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ فعل اچھا ہے یا بُرا یہ فعل کرنا چاہیئے یا نہ کرنا چاہیئے۔ گویا کسی چیز سے نفرت پیدا ہونے سے دوسرے کی اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ دوسرا درجہ غصہ کا یہ ہے۔ کہ آنکھوں اور چہرے سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اور تیسرا درجہ یہ ہے۔ کہ سزا دی جائے۔ غرض کبھی تو دل میں غصہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان سمجھتا ہے۔ اس بات سے مجھے دکھ ہؤا ہے۔ دوسروں کو بھی اس سے دکھ ہو گا اس سے بچنا چاہیئے۔ اس طرح اس کے اپنے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور کبھی چہرے سے غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور جب حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تو دانت بھی پیستا ہے۔ کبھی آنکھیں نکالتا ہے۔ اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور جوش کے مارے اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے۔ جیسے مرگی کا دورہ۔

پھر دوسرا قدم غصہ کا یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اس غصے کا اظہار زبان سے کرتا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ اتنی قابلیت اور سمجھ نہیں رکھتے۔ کہ وہ چہرے سے غصہ کے آثار معلوم کر کے اپنی حرکت سے باز آجائیں۔ یا بعض طبیعتوں کے انسان چہرہ یا غصہ کے آثار معلوم کر کے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ لیکن دوسرے کا زبان سے غصہ کا اظہار ان پر اثر کرتا ہے۔ اور وہ بدی سے رک جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تیسرا قدم غصہ کا وہ ہے۔ جب انسان سزا دیتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ جن پر زبان کے ذریعے غصہ کا اظہار کچھ اثر نہیں کرتا۔ اور وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آتے۔

غصہ کا حد سے متجاوز ہونا

لیکن یہی صورتیں غصہ کی جن سے انسان کی اپنی اور دوسروں کی اصلاح ہوتی ہے۔ جب اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہیں۔ تو بد اخلاقی کہلاتی ہیں۔ مثلاً جب انسان غصہ سے ایسا بھر جائے کہ اس کی دیوانوں کی سی حالت ہو جائے۔ ایک کتے کے پاس تو لوگ جانا پسند کریں۔ لیکن اس وقت اس کے پاس جانا گوارا نہ کریں یا زبان سے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے اتنا حد سے بڑھ جائے کہ گالی پر گالی دیتا چلا جائے۔ تو یہ اس کی بد اخلاقی ہوگی۔ جس چیز کو خدا اور قانون قدرت نے انسان کے اندر غصہ کا مادہ اس لئے رکھا ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرے۔ اس کی حد سے تجاوز کر کے اسے بد اخلاقی بنا لیتا ہے۔

موقعہ اور محل کا خیال

اس سے بڑھ کر غصے کا جو مرتبہ ہو وہ انتقام اور بدلہ ہے۔ جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا قاتل کو قتل کرنا۔ لیکن بدلہ لینے کے لئے بھی موقعہ اور محل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت تک جائز اور درست ہوسکتا ہے۔ کہ موقعہ اور محل کے مطابق ہو۔ لیکن اگر اس میں انسان موقعہ کا خیال نہ کرے۔ اور حد سے نکل جائے۔ تو یہ بھی بد اخلاقی ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کی انگلی کسی کے پاؤں کے نیچے دب جائے۔ تو اسے طبعاً غصہ آجائے گا۔ انتقام اور بدلہ کی خواہش بھی پیدا ہوگی۔ مگر اس وقت دیکھنا یہ ہوگا۔ کہ بدلہ لینے کا موقعہ اور محل بھی ہے یا نہیں۔ گو برابر کی سزا جائز اور اخلاق کے اندر داخل ہے۔ لیکن اگر کسی کا پاؤں غلطی سے اس کی انگلی پر پڑ گیا ہو۔ تو پھر اس سے بدلہ لینا بد اخلاقی ہوگی۔ کیونکہ بدلہ بدنیتی پر موقوف ہے۔ ہاں اس کی غفلت کہلائے گی۔ اور اس وجہ سے وہ نصیحت کا تو مستحق ہے۔ لیکن سزا کا مستحق نہیں۔ اسی طرح اگر ایک چھوٹے بچے نے تھپڑ مار دیا ہو۔ تو یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ اگر اس سے برابر کا بدلہ لیا جائے تو کیا وہ اس کی برداشت کی طاقت بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر بچے سے برابر کا بدلہ لیا جائے۔ اور تھپڑ کے بدلے اس کو تھپڑ مار اجائے۔ تو وہ ایک تھپڑ سے بے ہوش ہو کر گر پڑیگا

انتقام لینے کا محل

تو بدلہ میں یہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ کہ برداشت کی طاقت بھی ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہ بدلا حد سے زیادہ تو نہیں۔ اور پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ قانون کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر قانون کے خلاف کوئی بدلہ لیتا ہے۔ تو وہ خود مجرم بنتا ہے۔ یعنی اگر قانون ملک اسے اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ خود بدلہ لے۔ اور پھر وہ لیتا ہے۔ تو خود مجرم بنتا ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اگر میں اپنی عورت کے پاس کسی غیر مرد کو بیٹھے دیکھوں اور اسے قتل کردوں۔ تو مجھ پر کوئی الزام تو نہ آئے گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم اگر قتل کروگے۔ تو قاتل ٹھہرائے جاؤ گے۔ بعضوں نے اس کی سزا قتل اور بعضوں نے کوڑے لکھے ہیں۔ مگر شریعت اور قانون اس کو یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ خود سزا دے۔ بلکہ شریعت یہی کہے گی۔ کہ تم اس معاملہ کو حکومت کے سامنے پیش کرو۔ تو بدلا لینے کی بھی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ اور گو بدلہ لینا طبعی تقاضے کے ماتحت ہے۔ لیکن طبعی تقاضوں کو بھی موقعہ اور محل کے مطابق پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

طبعی چیزوں کا استعمال

مثلاً خدا تعالے نے سورج پیدا کیا ہے۔ اب ایک شخص اس خیال سے کہ خدا نے سورج اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ہر وقت دھوپ میں بیٹھا رہتا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ سن سٹروک میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور دو چار دن میں اسے شدید بخار ہونے لگ جائیگا۔ یا وہ سردی کے دنوں باہر برف میں پڑا رہتا ہے۔ اس خیال سے کہ برف خدا نے اسی لئے پیدا کی ہے۔ کہ اس کو استعمال کیا جائے۔ تو وہ نمونیا یا کسی اور شدید مرض میں مبتلا ہو کر مرجائیگا۔ دیکھو بارش برستی ہے تا لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر کسی زمیندار کو نہیں دیکھوگے۔ کہ وہ بارش کا سارے کا سارا پانی اپنے کھیت میں ڈال لے۔ بلکہ جب دیکھیگا۔ کہ پانی زیادہ ہوگیا ہے۔ تو فوراً بند کاٹ کر نکال دے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ سارے کا سارا بارش کا پانی اس کے کھیت کے لئے نہیں۔ بلکہ اس سے ڈھابیں وغیرہ بھی بھرتی ہیں۔ جن سے اور بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ تو ایک ہوشیار کسان مستعد کھڑا موقعہ کو دیکھتا رہتا ہے۔ اگر پانی زیادہ آگیا ہو۔ تو نکال دیتا ہے۔ اور ضرورت سے کم ہو۔ تو باہر سے اور پانی ڈال لیتا ہے۔ غرض ہر ایک کام کرنے کے لئے موقعہ اور محل کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے یہی بات طبعی تقاضوں کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ جب ان کو موقعہ اور محل کے مطابق پورا کیا جاتا ہے۔ تو وہ اخلاق فاضلہ کہلاتے ہیں۔ ورنہ برائیاں بن جاتے ہیں۔ یہ طبعی امر ہے۔ کہ جس وقت انسان کو کسی سے تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اسے فوراً غصہ اور جوش آجاتا ہے۔ لیکن اسے یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس موقعہ کے لئے کتنا غصہ استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ سارے کا سارا غصہ اسی وقت استعمال کر لیا جائے مثلاً اگر کسی بچہ کا پاؤں اس کے ہاتھ پر پڑ جائے۔ اور وہ اس وقت بے تحاشہ اس کو مکہ مار دے۔ تو اس کی یہ حرکت ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی زمیندار بارش کے سارے پانی کو اپنے کھیت میں ڈال لے۔ جس طرح اس کا اپنے کھیت میں سارا پانی ڈالنا بے موقعہ ہوگا۔ اسی طرح اس کا اس وقت بچے کو مارنا بھی بے موقعہ اور بے محل ہوگا۔ یہ تو ایک طبعی امر ہے۔ اور قانون قدرت میں یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ جہاں اس کو کسی سے کوئی تکلیف ہوگی۔ وہاں فوراً غصہ پیدا ہو جائے گا۔ مگر اس وقت غصے کو روکنا اور حد کے اندر رکھنا اس کا کام ہے۔

مالی اور جانی ضروریات پوری کرنے کی خواہش

اسی طرح مالی یا جسمانی ضروریات ہیں۔ جس وقت انسان کو کوئی مالی یا جسمانی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو اس کے اندر طبعاً ایک ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جس سے وہ یہ چاہتا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے مال حاصل کر کے اپنی ضرورتوں کو پورا کرلوں۔ اب اگر اس مادہ کو وہ ایسے رنگ میں استعمال کرے۔ کہ دوسرے کی امانت میں خیانت کر کے اپنی ضرورت کو پورا کرے۔ تو یہ ناجائز ہوگا۔ اس خواہش کے پیدا کرنے کی تو یہ غرض تھی۔ کہ وہ ہوشیار اور چوکس ہو جائے۔ اگر یہ خواہش اس کے اندر نہ رکھی جاتی۔ جو حرص کی حد سے نیچے نیچے ہو۔ تو یہ دنیا میں کچھ بھی نہ کرسکتا۔

اسی طرح انسان کے اندر جو غدود ہیں۔ ان کے بہت سے فوائد ہیں۔ دماغ و دیگر قویٰ کو طاقت دیتے ہیں۔ بعض غدود عقل و ہمت اور اخلاق اور شہوانی جذبات پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ایک انسان صرف شہوانی قوتٰی کے پورا کرنے میں ہی مصروف ہو جائے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس کی عقل میں فتور آجائے گا۔ کیونکہ عقل کے پیدا ہونے کا بھی ان میں حصہ تھا۔ نہ یہ کہ صرف بچے پیدا کرنا ان کا کام تھا۔ تو طبعی تقاضوں کو ان کے دائرہ اور حدود کے اندر رکھنا اخلاق فاضلہ کہلاتا اور حد سے تجاوز کرنے کی صورت میں نقصان ہوتا ہے۔

کوئی حرکت ضائع نہیں جاتی

قانون قدرت میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ کوئی حرکت ضائع نہیں جاتی۔ مثلاً ایک پتھر دیوار سے مارو۔ تو اس کی حرکت ضائع نہیں جائیگی۔ بلکہ اس سے پتھر میں گرمی پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح پانی کی آبشار گرنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے ہزاروں بڑے بڑے مفید اور طاقت کے کام لئے جاتے ہیں۔ ابھی انگریزوں نے منڈی کی آبشار سے بجلی پیدا کر کے سارے پنجاب کو روشنی پہنچانے کی تجویز کی ہے۔

طبعی تقاضا کو قابو میں کرنے کے فوائد

تو ہر ایک طاقت جو پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کو روک لیا جائے۔ اور محفوظ کر لیا جائے۔ تو اس سے بہت بڑے بڑے فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح غصہ بھی ایک طاقت ہے۔ اگر اس کو بھی روک لیا جائے۔ اور قابو میں کر لیا جائے۔ تو اس سے بعض اور اعلےٰ درجے کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح مال کے جمع کرنے کی خواہش جو حرص کی حد سے نیچے نیچے ہو۔ بہت ہی نیکیوں اور دین کے کاموں کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔

طبعی تقاضا کو بے جا روکنے کے نقائص

برخلاف اس کے بعض طبعی تقاضوں کو اگر ان کی مناسب حد سے زیادہ روکا جائے تو وہ اور برے اخلاق پیدا کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بعض بچے جب کھیلنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ تو کھیل کی خاطر پاخانہ پیشاب روکے رکھتے ہیں۔ بڑی عمر میں ایسے لڑکوں کی طبیعت میں بخل پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کہاں پاخانہ اور پیشاب کا روکنا اور کہاں مال جمع کرنا اور بخل کا پیدا ہو جانا۔ مگر یہ ایک تجربہ شدہ حقیقت ہے۔ کہ ایسے بچے ۹۰ فی صدی بڑی عمر میں جا کر بخل کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور دس میں سے ایک فیصدی کو بھی میں اسلئے مستثنےٰ کرتا ہوں۔ کہ بعض دفعہ دوسرے مادی [illegible] بخل کے اثر کو باطل [illegible] پیشاب کا روکنا ایک مادی [illegible] لیکن [illegible]

طبیعت میں تحمل پیدا ہوجاتا ہے۔ غرض اگر طاقتوں کو مناسب اور صحیح طریق سے محفوظ کرلیا جائے۔ اور موقع اور محل کے مطابق ان کو صرف کیا جائے۔ تو بہت عمدہ اخلاق اور اعمال کا موجب ہوسکتی ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ اگر روپیہ کسی جواریئے کو دیا جائے گا۔ تو وہ اسے جوئے میں صرف کردیگا۔ اور اگر کسی نیک آدمی کو دیا جائے گا۔ تو وہ دین کے کام میں صرف کریگا۔

بُری عادت کی آہستہ آہستہ اصلاح ہوسکتی ہے

تو جو طبعی تقاضے ہیں۔ ان کو صحیح مصرف کے لئے اگر روکا نہ جائے۔ تو پھر وہ طاقتیں انسان کے اختیار سے باہر ہوجاتی ہیں۔ اور پھر وہ ان پر تصرف نہیں کرسکتا۔ جیسے کہ ایک موٹر چلانے والا جب موٹر کو حد سے زیادہ تیز چلا بیٹھتا ہے۔ تو اسکو جلد قابو میں نہیں لاسکتا قابو میں لانے کیلئے کچھ وقت چاہیئے۔ یہی حال طبعی تقاضوں کا ہے۔ کہ جب وہ جوش میں آتے ہیں۔ تو ان کو بھی حد اعتدال کے اندر لانے کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جب غصہ آئے تو پانی پی لو کھڑے ہو۔ تو بیٹھ جاؤ۔ تا جو زائد غصہ ہے۔ ادھر خرچ ہوجائے۔ اور اتنا ہی باقی رہے۔ جو جائز اور مفید ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی کا پاؤں اگر کسی کے ہاتھ پر پڑجاتا ہے۔ تو وہ بہت غصہ کا اظہار کرتا اور زبان سے ایسے ایسے کلمات نکالتا ہے۔ کہ اگر کوئی موقعہ ایسا ہوتا۔ کہ اسکا پاؤں کسی پر پڑجاتا۔ اور وہ وہی کلمات کہتا۔ تو کبھی پسند نہ کرتا۔ غصہ کرنے کا موقعہ تو تب ہے۔ کہ کوئی بدنیتی سے پاؤں رکھے مگر وہ جو غلطی سے یا غفلت سے ایسا کرتا ہے۔ وہ نصیحت کا مستحق ضرور ہے۔ کہ اسکی بے احتیاطی اور غفلت سے دوسرے پر پاؤں پڑگیا۔ مگر وہ غصے کا مستحق نہیں۔ اب اگر غصے کو صحیح طور پر استعمال کیا جاتا۔ تو اس کے اخلاق بھی اعلےٰ رہتے۔ اور اس کے علاوہ اس طاقت کو روکنے کی وجہ سے اس کو نیکی اور نیکیوں کی بھی توفیق ملتی۔ اخلاق فاضلہ اسی کا نام ہے۔ کہ انسان طبعی تقاضوں کو شریعت کے مطابق استعمال کرے پس جو طاقتیں کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے اندر رکھی ہیں۔ اگر انسان ان کو روکتا اور محفوظ رکھتا ہے۔ تو اتنا بڑا خزانہ اس کے پاس جمع ہوجائے۔ کہ کروڑ پتیوں سے بھی وہ زیادہ مالدار ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم ایسے رنگ میں اپنے اخلاق اپنی عادات میں تبدیلی پیدا کریں۔ کہ دوست اور دشمن بھی یہ مان جائیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرکے ہم نے ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کی ہے۔ کہ اسکے لئے ہر ایک قسم کا دکھ اور تکلیف اٹھانا بالکل ہیچ ہے ؂

موتیوں کے سرمہ کی تازہ کرامت

برسوں کی گلی سڑی اور اندھی آنکھیں تندرست ہوگئیں

اب یہ امر تو اظہرمن الشمس ہوچکا ہے۔ کہ ہمارا ساختہ موتیوں کا رجسٹرڈ سرمہ ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ پڑبال۔ رتوندا۔ گوہانجنی۔ ابتدائی موتیا بند غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی تولہ ۳ روپیہ ایک تازہ شہادت۔ جناب فقیر محمد صاحب احمدی چک نمبر ۱۱۶ ضلع منٹگمری سے لکھتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے ایک بچے کے استعمال کے واسطے جس کی آنکھیں گل چکی تھیں اور نظر بھی کچھ نہیں آتا تھا۔ آپ کا تیار کردہ موتیوں کا سرمہ منگوایا۔ الحمدللہ کہ اب اسکی آنکھیں بالکل تندرست ہوگئی ہیں۔ ایک تولہ موتی کا سرمہ اور بذریعہ وی پی بھیج دیں ؂

پتہ:- موجد اکسیر معدہ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

دوائی اکسیر الاجسام تیار ہوگئی

جس کی صرف تین رتی تمام عمر کے لئے کافی ہیں

جس دوائی کی تیاری کیلئے سال ماسبق سے کوشش ہورہی تھی بالآخر وہ ناظرین الحکم کے بڑھتے ہوئے اشتیاق کی وجہ سے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جیسی کہ توقع تھی پوری ایک سال کے بعد تیار ہوکر سلسلہ وار خریداران کی خدمت میں جارہی ہے۔ ہر چند دوائی مذکورہ بلحاظ ترتیب اجزاء و تجربہ اور ساخت کے لحاظ سے اپنی صفات میں متصف ہے لیکن تاثیر اور برکت شافی مطلق کے فضل پر موقوف ہے۔ اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ انسانی اجسام کے اعضاء رئیسہ و شریفہ کی تنظیم کیلئے کس قدر غور و فکر کے ساتھ لاانتہا محنتوں اور مشقتوں سے یہ دوائی تیار ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ میرا فرض تھا۔ اور مجھ کو توفیق بھی اسی حکیم مطلق کی طرف سے ملتی ہے جس نے خشک گھاسوں اور جڑی بوٹیوں میں وہ تاثیر پنہاں کر رکھی ہے جنکے استعمال سے ایک شان خدا نظر آتی ہے چونکہ دوائی کی مقدار میں اصل خریداران کی تعداد سے زیادہ کی گنجائش رکھی گئی ہے اس لئے ناظرین اخبار الفضل سے توقع ہے کہ وہ تفصیل کے ساتھ "اکسیر الاجسام" کے خواص معلوم کرنے کیلئے اخبار الحکم کا صفحہ نمبر ۸ مطبوعہ ۲۱ جون ۱۹۲۵ء ملاحظہ فرماتے رہینگے دوائی کی قیمت علاوہ محصولڈاک اول درجہ عہ روپیہ رکھی گئی ہے۔ تمام درخواستیں بنام "منیجر اکسیر الاجسام" محلہ دار الفضل قادیان آنی چاہئیں۔ والسلام

المشتہر

منیجر اکسیر الاجسام محلہ دار الفضل قادیان پنجاب

اکسیر معدہ

یہ کون نہیں جانتا۔ کہ کمزور معدہ انسانی زندگی کو قطعی نکما بنا دیتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں تو قریباً ہر ایک معدہ کمزور ہوجاتا ہے۔ جس کا نتیجہ درد شکم۔ اپھارہ۔ بادگولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا بھوک کی کمی۔ ترش ڈکاریں۔ قے۔ جی متلانا۔ ہیضہ۔ دست پیچش۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا وغیرہ ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو دور کرتی بلکہ ہاضمہ کو تیز بھوک کو بڑھاتی معدہ کو طاقت دیتی اور رنگ کو نکھارتی ہے۔ اور پھر یہی اکسیر لرزہ اور ملیریا بخاروں اور دانت و مسوڑوں کی بیماریوں کے لئے بھی تریاق ہے۔ اس کا ہر گھر اور ہر جیب میں ہر وقت موجود رہنا نہایت ضروری ہے۔ قیمت فی شیشی عہ جو کئی ماہ تک کے لئے کافی ہے۔ محصول علاوہ ؂

پتہ:- منیجر کارخانہ موتی سرمہ رجسٹرڈ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

وصیت ۱۹۴

میں سلیمان ولد عمرا قوم ارائیں ساکن میانوال تحصیل پھلور ضلع جالندھر کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد مشترکہ ہم تین بھائیوں غلام غوث۔ شہاب الدین و سلیمان پسران عمرا ایک سو سات کنال ۱۴ مرلہ ⅛ کنال زمین کا میں مالک و قابض ہوں۔ علاوہ اس زمین کے قریباً ۴ گھماؤں زمین دریا برد ہے۔ شاملات دریا برد میں بھی میرا حصہ ہے۔ زمین مذکورہ کی قیمت دو ہزار روپیہ اور ایک مکان قیمتی مار جائداد منقولہ بھینس وغیرہ قیمتی ما سہ ہے۔ یعنی کل جائداد دو ہزار دو سو تیس روپیہ کی ہے۔ اس کے ⅒ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ اگر میری وفات پر جائداد مذکور کی قیمت بڑھ جاوے یا جائداد بڑھ جاوے۔ تو اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک و قابض صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط والسلام ۵ جون ۱۹۲۵ء

گواہ شد:- قاضی محمد اکبر ساکنہ پھلور

العبد:- سلیمان ولد عمرا ارائیں بقلم خود

گواہ شد:- قاضی لعل محمد ولد مراد علی شاہ ساکنہ پھلور بقلم خود

دولتمند ہونے کا موقعہ

لیڈران قوم و رؤسا نے دہلی میں ایک کالج ۱۶ اگست ۱۹۲۵ء سے جاری کیا ہے۔ تاکہ تعلیم کے طالب دن کے وقت اپنی معاش پیدا کریں۔ اور فرصت کے وقت رات کو یورپ و امریکہ۔ جرمنی۔ جاپان کی قیمتی دستکاریاں سیکھ کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملازمت جیسی غلامی کے واسطے دربدر ٹھوکریں کھانے سے بچکر بغیر سرمایہ کے فارغ البالی سے زندگی بسر کرسکیں۔ جو اصحاب کسی وجہ سے دہلی نہیں آسکتے۔ وہ لوگ بذریعہ تحریر کام سیکھنے کی ترکیب مفت منگوا کر دستکاریاں سیکھ سکتے ہیں۔

المشتہر:- پرنسپل نائٹ کالج۔ کوچہ پنڈت دہلی

اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی
بعدالت جناب چودھری محمد لطیف صاحب سب جج جھنگ

کوڑا رام ولد آیا رام ذات بال سکنہ حویلی سعادت حال شورکوٹ بنام شیخ عثمان۔

دعوے مالیہ

اشتہار بنام شیخ عثمان ولد میاں جگن ذات باٹھ سکنہ کوٹلی سیداں۔ تحصیل شورکوٹ۔

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو چکا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہا ہے۔ اس لئے اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مورخہ ۱۰/۷/۲۵ کو حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے ورنہ کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی۔ تحریر ۲۵/۶/۲۵

دستخط حاکم — مہر عدالت

اشتہارات

خون کی کمی کے نام، پس ضعف جگر۔ گرمی

علامات مرض عام کمزوری۔ چہرہ و جسم کا رنگ پھیکا۔ زردی بھرا ہوا۔ لب اور مسوڑوں کا رنگ پھیکا۔ محنت کم تھکاوٹ زیادہ۔ کم خواب۔ کانوں میں باجے بجنا۔ دردسر۔ رانوں اور پنڈلیوں کا چلتے وقت پھوٹنا۔ نسخہ عطا کردہ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول اور خوراک قیمت عہ

نوٹ امراض مخصوصہ مرداں و زناں کے لئے بذریعہ خط و کتابت تیار شدہ ادویات طلب فرمایئے۔

المشتہر
حکیم عبدالعزیز اڈہ شہباز خاں دواخانہ یونانی شہر سیالکوٹ

سرٹیفکیٹ عطا کردہ
میر عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ شہر سیالکوٹ

جناب حکیم عبدالعزیز صاحب تجربہ کار طبیب ہیں سیالکوٹ اور دیگر اضلاع کے احباب ان سے واقف ہیں۔ آپ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول کی صحبت سے فیض یافتہ ہونے کے باعث معلومات طبی اور فن دوا سازی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ آپ کے مطب میں کام محنت، دیانتداری اور نہایت خوش اسلوبی سے ہوتا ہے۔ آپ نے میر حسام الدین صاحب مرحوم اور مولوی میر حسن صاحب شمس العلماء سے بھی کافی ذخیرہ اس فن کا حاصل کیا ہے۔ امید ہے کہ احباب ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔

خاکسار:۔ عبدالسلام

اشتہارات

اشتہارات کی اجرت

تعداد	پورا صفحہ	نصف صفحہ	کالم	نصف کالم	تہائی	چوتھائی صفحہ	چھٹا حصہ
۴۸ بار	۲۰۰ روپیہ	۱۶۰ روپیہ	۱۰۸ روپیہ	۶۰ روپیہ	۴۰ روپیہ	۳۲ روپیہ	۱۹ روپیہ
۲۴ بار	۱۶۰ روپیہ	۸۸ روپیہ	۶۰ روپیہ	۳۲ روپیہ	۲۴ روپیہ	۲۰ روپیہ	۱۶ روپیہ
۱۲ بار	۶۰ روپیہ	۵۰ روپیہ	۳۴ روپیہ	۱۸ روپیہ	۱۵ روپیہ	۱۲ روپیہ	۹ روپیہ
۴ بار	۳۲ روپیہ	۲۰ روپیہ	۱۳ روپیہ	۷½ روپیہ	۶ روپیہ	۵½ روپیہ	۳½ روپیہ
۲ بار	۱۸ روپیہ	۱۱ روپیہ	۸½ روپیہ	۴½ روپیہ	۳½ روپیہ	۲½ روپیہ	۲ روپیہ
۱ بار	۱۰ روپیہ	۶ روپیہ	۴½ روپیہ	۲½ روپیہ	۲ روپیہ	۱½ روپیہ	۱¼ روپیہ

اجرت بہرحال پیشگی ہوگی۔ اور عدالتی اور ریلوے اشتہارات کی اجرت الگ ہے۔ ارسال ضمیمہ بالمقطع [illegible] دو صفحہ کیلئے [illegible] زیادہ فی ورق [illegible] (منیجر الفضل)

رفو چکر ہو گئے

رفو چکر ایک سفوف ہے۔ جو اپنی شہرت اور سچائی کی وجہ سے گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹرڈ کروایا گیا ہے۔ اس کو تین چار دفعہ [illegible] کی طرح لگانے سے نازک سے نازک اور نرم سے نرم جگہ کے بال تمام عمر بھر کے لئے اڑ جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ اس کے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف اور جلن نہیں ہوتی۔ بلکہ جلد ریشم کی مانند نکل آتی ہے۔ موجد کے پاس ہزاروں سرٹیفکیٹ ہیں۔ قیمت [illegible] محصولڈاک ذمہ خریدار (ترکیب) بال چھیلنے یا کھینچے اکھیڑنے کی ضرورت نہیں صرف رفو چکر کو لیپ کر دیجئے۔ بال صاف ہو جائیں گے۔ غلط ہو تو دام واپس۔ واپسی قیمت کا اقرارنامہ ہر پارسل کے ہمراہ روانہ ہوگا۔ المشتہر:۔ منیجر [illegible] رجسٹرڈ [illegible]

کحل الجواہر
حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب
موتی و ہیرا کا مجرب نسخہ

آپ کے مطب کا خاص سرمہ ہے۔ کمزوری نظر۔ دھند غبار۔ جالا۔ پھولا۔ ککرے۔ خارش چشم۔ آنکھوں سے پانی آنا۔ لیسدار رطوبت کا نکلنا۔ پرانی سرخی۔ شروع موتیابند۔ نظر کا دن بدن کمزور ہونا۔ ان بیماریوں کے لئے آپ کا سرمہ نہایت مفید ہے۔ تندرستی میں اس کا استعمال نظر کو بڑھاتا ہے۔ اور کمزوری سے محفوظ رکھتا ہے۔ تجربہ شرط ہے۔ آزمائیں۔ قیمت فی تولہ عہ۔ المشتہر عبدالرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان پنجاب

ایک باموقع زمین فروخت ہوتی ہے

جس کا رقبہ ۱۲ کنال ہے۔ اور یہ زمین قادیان کی آبادی کے بہت قریب ہے۔ یعنی حضرت نواب صاحب کی کوٹھی سے بجانب شمال مغرب قریباً [illegible] کرم کے فاصلہ پر ہے۔ قابل فروخت ہے۔ قیمت سالم کھیت کے خریدار سے بارہ سو روپیہ [illegible] اور حصوں کی صورت میں [illegible] روپیہ فی کنال کی شرح ہے۔ لیکن چار کنال سے کم کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اس کے متعلق ہر پہلو سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ذریعہ اطمینان ہو سکتا ہے۔

خاکسار محمد اسماعیل احمدی مولوی فاضل قادیان

اکسیر تسہیل ولادت

یہ ایک چیز ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں جب کہ کوئی عزیز سے عزیز بھی کام نہیں آ سکتا یہ سچی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کے استعمال سے ولادت کی مشکل گھڑیاں نہایت آسان ہو جاتی ہیں۔ قیمت بالکل معمولی مع محصولڈاک صرف دو روپے۔

منیجر شفاخانہ خجندیہ سلانوالی ضلع سرگودھا

اندھیرے گھر کا چراغ عجب ٹھرا

(۱) جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہیں۔ (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہوں (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں (۴) جن کے گھر اسقاط کی عادت ہو گئی ہو (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہو۔ جن کے بچے کمزور و بدصورت پیدا ہوتے ہوں۔ اور کمزور ہی رہتے ہوں ان کیلئے ان گودھری گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ قیمت فی [illegible] محصولڈاک معاف [illegible] خاص رعایت۔ المشتہر

نظام جان عبداللہ جان معین الصحت قادیان

ہندوستان کی خبریں

دہلی ۲۸ر جون۔ نواب صاحب دوجانہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

کلکتہ ۲۷ر جون۔ ایک گجراتی جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے مہاتما گاندھی نے کہا۔ کہ مجھے سخت تعجب ہے۔ کہ داس میموریل فنڈ میں آپ لوگوں نے ابھی تک کچھ جمع نہیں کیا ہے۔ آپ لوگوں کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ میرا وقت کس قدر قیمتی ہے۔ اگر چندہ جمع کرنا نہیں ہے۔ تو جلسہ نہ کرنا چاہیئے تھا۔ اور نہ مجھ سے صدارت کی درخواست کرنا چاہیئے تھی۔

کلکتہ ۱۸ر جون۔ مسٹر جے ایم سین گپتا بنگال سوراج پارٹی کے لیڈر اور پراونشل کانگرس کے صدر دونوں جماعتوں کے جلسہ عام کی طرف سے منتخب کئے گئے۔ مسٹر گپتا نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ مسٹر داس کی پالیسی سے سرمو تجاوز نہ کرینگے۔

شملہ ۲۹ر جون۔ برطانوی قونصل مقیم جدہ کا ایک تار وصول ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تقریباً ڈھائی سو ہندوستانی اور دیگر انگریزی مقبوضات کے زائرین کو جو مختلف راستوں سے جدہ پہنچ گئے تھے۔ امیر علی نے ۲۶ر جون کو اپنے جنگی محاذ میں سے گذر کر مکہ شریف جانے کی اجازت دیدی ہے۔

بمبئی ۲۸ر جون۔ لنگھائی سے ایک اکالی جتھہ یہاں پہنچا ہے۔ اس جتھے میں ۵ آدمی ہیں۔ ان میں سے چند آدمی بحالت پنشن ہیں۔ اور باقی لوگ لنگھائی کی پولیس میں ملازم تھے۔

بمبئی ۲۹ر جون۔ ہمارا صاحب بھونسلا کی بیوہ کو جو سیواجی کی اولاد میں ہونے کی مدعی ہیں۔ حکومت ہند نے مطلع کیا ہے۔ کہ ڈھائی ہزار روپیہ کی جو پنشن ان کے خاوند کو دی جاتی تھی۔ خاندان ستارا کے لئے جاری رہے گی۔

امرتسر ۲۶ر جون۔ جیتو میں قریباً پچاس اکالیوں کا جتھہ پر امن طور پر گرفتار کر لیا گیا ہے۔

شملہ ۲۱ر جون۔ برطانوی جہاز "کارن فلور" نامی جو کہ حاجیوں کو رابغ میں اترنے کی نگرانی کر رہا تھا۔ اپنا کام ختم کرکے بندر سوڈان کو واپس چلا گیا ہے۔

۲۸ر جون۔ اخبار "سنڈے ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم لنڈن ایک اطلاع کی بناء پر مطلع کرتا ہے۔ کہ یہ قطعی طور پر طے ہوگیا ہے کہ آئندہ موسم سرما میں ملک معظم شہنشاہ جارج پنجم ہندوستان تشریف لائیں گے۔

ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے قتل باولہ کے واقعہ کے ساتوں ملزمین کی درخواست رحم نامنظور کر دی ہے۔

دلوداتہ (جنوبی مالابار) کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ وہاں کے جنگلات میں ایک قوم رہتی ہے۔ جسے جولا ناماک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس قوم کے لوگ گھنے جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اور کبھی جنگل سے باہر نہیں نکلتے۔ جڑیں پھل اور جنگلی جانوروں کا گوشت ان کی خوراک ہے۔

مسٹر مظہر حق صاحب کو ہز اگزالٹڈ ہائینس نظام حیدرآباد نے اپنی ریاست کا مدار المہام مقرر کیا ہے۔

ممالک غیر کی خبریں

کیپ ٹاؤن ۲۵ر جون۔ جنوبی افریقہ کی اسمبلی نے ۳۱ ووٹوں کے مقابلہ میں ۴۴ ووٹوں سے حبشیوں اور ایشیا کے رہنے والوں کے خلاف رنگت کے امتیاز کے قانون کی تیسری خواندگی کو منظور کر لیا ہے۔

لنڈن ۲۷ر جون۔ "ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم برلن لکھتا ہے۔ کہ اب مساجد میں ننگے سر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگئی ہے۔ اور انگورہ کے ہوائی جہازوں کی ایسوسی ایشن نے تین خواتین کو جہاز چلانے کا کام سکھانا منظور کر لیا ہے۔

پیرس ۲۷ر جون۔ ایتھوارس کے واقعہ کے بعد ۲۲ جیسوئٹوں کا اس سے قبل فرانس سے اخراج ہو چکا ہے۔ آج [illegible] جیسوئٹ کو نکالا جا رہا ہے۔

سان فرانسسکو ۲۹ر جون۔ آج صبح تمام کیلیفورنیا میں بہت سخت بھونچال آیا۔ بڑی بڑی عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ اور لاکھوں ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ اسکول کی عمارات۔ گرجے۔ اور عام کاروبار کی جگہیں اور شاہراہیں بالکل مسمار ہو گئیں۔ مکانات اینٹوں اور ٹوٹے پھوٹے لوہے کے انبار کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔ تقریباً تیس ہزار آدمی اس وقت بے گھر ہو گئے ہیں۔

لنڈن ۲۸ر جون۔ صلحنامہ وارسے (جس کی رو سے جنگ عظیم میں جرمنی نے اپنی شکست تسلیم کی) کی چھٹی سالگرہ کے دن جرمنی میں سوگ اور ماتم منایا گیا۔

"ٹائمز" کے نامہ نگار مقیم میونخ (جرمنی کا ایک مشہور شہر) کا بیان ہے۔ اس دن عام اور خانگی تفریح گاہیں بند تھیں۔ ایک ہفتہ پہلے سے وطن پرستوں کے متعدد جلسے شروع ہو گئے جن کی تقریروں میں بیان کیا گیا۔ کہ جنگ کے بعد جو مصائب و تکالیف جرمنی کو برداشت کرنا پڑیں۔ ان کا باعث صرف یہی صلحنامہ ہوا ہے۔ اور اس پر بھی زور دیا گیا۔ کہ اس صلحنامہ پر نظر ثانی ہونی چاہیئے۔ اور جب تک یہ نہ ہوگا۔ جرمنی کو اور تمام دنیا کو پائیدار صلح میسر نہیں ہو سکتی۔

قسطنطنیہ ۲۹ر جون۔ شیخ سعید بغاوت کردستان کے لیڈر کو دیار بکر میں مع اس کے ۴۶ ساتھیوں کے پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہے۔

لنڈن ۳۰ر جون۔ کل سر ہربرٹ مع لیڈی سموئیل بیت المقدس سے یورپ جانے کے لئے یافہ روانہ ہو گئے۔

لنڈن ۳۰ر جون۔ اخبار "ٹائمز" (لنڈن) کا نامہ نگار مقیم صوفیہ کا ایک بیان مظہر ہے۔ کہ صوفیہ میں گرجہ کے گذشتہ واقعہ کے سلسلہ میں چند یوگوسلافی باشندوں کی گرفتاری کی وجہ سے بلغاریہ اور یوگوسلافیہ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ اور حالات نہایت نازک ہو گئے ہیں۔

لنڈن ۲۹ر جون۔ دارالعوام میں ایک سوال کے جواب میں نائب وزیر ہند نے کہا۔ کہ ہندوستان کے اندر اور اس کی سرحد پر مسلسل بولشویکی پروپاگنڈا ہوتا رہتا ہے۔ اور روسی لیڈر اس کے وجود کو خود تسلیم کرتے ہیں۔

کینیڈا اور امریکہ کے تقریباً آٹھ سو سرکردہ ڈاکٹر صاحبان اس ہفتہ لنڈن پہنچے۔ وہ انگریزوں کے طریقہ علاج کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔

لنڈن ۳۰ر جون۔ آج رات کو سنٹرل ایشین سوسائٹی میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ برکن ہیڈ نے ہندوستان کے متعلق ایک مختصر سی تقریر کرتے ہوئے بڑے زور سے کہا۔ ہندوستان کی صورت حال میں یہ ابتدائی اور بنیادی امر واقعہ ہے۔ کہ صدیاں ہوئیں۔ ہم تلوار کے تیز دھارے سے ان اختلافات کو سلجھانے کے لئے وہاں گئے۔ جنہوں نے ہندوستان کی آبادی کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔ ہم وہاں صرف اسی بنیاد پر گئے۔ اور صرف اسی ہتھیار سے اسے قائم رکھتے ہیں۔ اور آج بھی یہ دعوےٰ کرنا سچ ہے۔ کہ اگر ہم کل ہندوستان سے چلے آئیں۔ تو اس ملک کو اسی انارکی فاتلانہ گڑبڑ سے واسطہ پڑے گا۔ جس سے لارڈ کلائیو کے وقت میں اسے پڑا تھا۔

فیض یکم جولائی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ اہل ریف وسط و مشرق میں فرانسیسی مورچوں پر حملہ کرنے کی وسیع پیمانے پر طیاری کر رہے ہیں۔ اور فرانسیسی خطوط مصاف پر کئی جگہ حملہ ہو رہا ہے۔ فرانسیسی ہوائی جہاز سرگرم کار ہیں۔ اور انہوں نے برعاون میں ایک مورچے پر گولہ باری کی ہے۔ جس کی کمان غازی عبد الکریم کے بھائی کے ہاتھ میں تھی۔

لنڈن ۱ر جولائی۔ "ٹائمز" کے سیاسی نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ ۷ر جولائی کو دارالامرا میں ہندوستان کے متعلق اہم مباحثہ ہوگا۔ لارڈ برکن ہیڈ لارڈ الیور کے جواب میں لارڈ ریڈنگ کی آمد اور ان کے مذاکرات کے متعلق ایک مکمل بیان پیش کریں گے۔ مذاکرات کے اختتام پر اعلان کیا گیا تھا۔ کہ فیصلہ کے لئے کابینہ وزارت کی منظوری ضروری ہوگی۔ جو اب مل گئی ہے۔ توقع ہے۔ کہ لارڈ برکن ہیڈ کا بیان نہایت ...ہوگا۔ اور ہندوستان کی موجودہ حالت اور آئندہ توقعات پر تصفیہ ہوگا۔

(مفتی عبدالرحمٰن صاحب کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)